الاوزان المحموده

شرعی پیمانے، اوزان، مقادیر، مساحات

مولانا مفتی ابوالکلام شفیق القاسمی المظاہری

دار الکتاب دیوبند

والسماء رفعها ووضع الميزان

الأوزان المحمودة

اضافہ وتصحیح شدہ اشاعت

مؤلف

ابوالکلام شفیق القاسمی المظاہری

استاذ مدرسہ مظاہر العلوم سیلم

ناشر

دارالکتاب دیوبند

نام کتاب : الاوزان المحمودة

مؤلف : ابوالکلام شفیق القاسمی المظاہری

کمپوزنگ : مفتی محمد لقمان خان سلیم

اشاعت اول : ۱۴۲۳ھ، موافق ۲۰۰۲ء

اشاعت دوم : مارچ ۲۰۰۴ء

ترتیب : مفتی سیف اللہ قاسمی

ناشر : دارالکتاب دیوبند

طباعت : یاسر ندیم آفسیٹ پریس، دیوبند

ناشر

دارالکتاب دیوبند

فہرست مضامین

کلمات دعائیہ

شفیق امت حضرت اقدس مولانا محمد شفیق خان صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم مولانا ابوالکلام القاسمی المظاہری نے بڑی محنت اور کوشش سے یہ رسالہ جمع کیا ہے، اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ قبولیت سے نوازے، اور مؤلف کو اخلاص دے، اور امت کو اس کتاب سے اور انکی دوسری کتابوں سے نفع پہنچائے آمین.....

(حضرت مولانا) محمد شفیق خان (حفظہ اللہ)
بانی و مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سیلم

۱۴۲۳/۱/۲ھ

جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد مزمل حسین صاحب مدظلہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم:

مولانا ابوالکلام صاحب کی کتاب = الاوزان المحمودہ = کی معنویت کن دادتو اہل علم ہی دے سکتے ہیں مجھ جیسے جاہل کیلئے اتنا ہی کافی ہیکہ کتاب پر لطف اور علم افزاء ہے انکا قلم انکی زبان کی طرح رواں دواں ہے کتاب کا مسودہ جا بجا سے دیکھا جی خوش ہوگیا. ذوق وشوق کے ساتھ ماشاءاللہ علم کی باتیں نادر مضامین کی وضاحت پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہے انکی یہ کتاب؛ ہرچہ بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر؛ کا نمونہ ہے تعقل واغلاق سے خالی غلو وافراط سے بری تنقید وتحقیق اور آجکل کی اصطلاح میں تخلیق کا خوشگوار مجموعہ ہے اسلئے انکی یہ کوشش قابل عزت بھی ہے اور قابل توجہ بھی.

اللہ تعالیٰ انکی کوششوں کو قبول فرمائے اور جزائے کامل یہاں اور وہاں دونوں جہاں میں عطا فرمائے آمین..

محمد مزمل حسین
استاذ مدرسہ مظاہر العلوم سیلم

۱۱-۱-۱۴۲۵ھ

کلمات تبریک

نمونۂ سلف ویادگار حضرت گنگوہی ثانی

حضرت مولانا الحاج محمد ابراہیم صاحب پانڈور - افریقہ / دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ وفقیہ الامت حضرت محمود حسن گنگوہیؒ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری خوشی اور مسرت میں اضافہ ہوجاتا ہے، جب میرے مخدوم اور میرے شیخ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے متعلقین میں سے کوئی علمی اسلامی اور دینی خدمات کو بجالاتا ہے، لیکن ''الاوزان المحمودة'' سے مسرت زیادہ اسلئے ہورہی ہے کہ اسکی نسبت براہ راست ہمارے حضرت کی طرف ہے نیز اس موضوع پر اتنی مفصل کتاب میرے علم کے مطابق اردو میں نہیں لکھی گی ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب انشاء اللہ عام وخاص میں مقبول ومحمود بن جائیگی۔

صاع رطل، مد، مکوک، فرسخ، مرحلہ، وغیرہ کو گراموں اور کیلومیٹروں میں تبدیل کر کے جوخدمت طلبہ اور اہل علم کے لئے کی ہے وہ قابل ستائش اور مبارکباد ہے۔ اللہ پاک مؤلف مولانا ابوالکلام صاحب کو جزائے خیر دے، اس کتاب کے برکات سے انکو، انکے علمی گھرانے کو اور پوری امت کو نفع پہنچائے۔ آمین............

محمد ابراہیم

۱۳ر ربیع الاخر ۱۴۲۲ھ

تقریظ:

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب دامت برکاتہم

صدر مفتی ومرتب فتاوی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارا یہ زمانہ سہولت وعجلت کا ہے، جو کام پیش آتے ہیں وہ جلد از جلد ہو جائے اور جو مسئلہ درپیش ہو وہ آسانی سے حل ہو جائے۔ الحمد للہ نوجوان علماء کی ایسے کاموں پر گہری نظر ہے۔

حساب کا جو طریقہ ہمارے پرانے زمانہ میں تھا وہ بدل چکا ہے۔ اب حساب ہوتا ہے کیلو لٹر، میٹر، گرام ملی گرام اور لٹر وغیرہ سے۔ پھر عربی کے جو اوزان ہیں وہ بالکل الگ ہیں، صاع، قفیز، رطل، مکوک، مد، درہم اور دینار ضرورت تھی کہ ان کی تشریح کردی جائے تا کہ موجودہ ہندوستانی پیانوں سے ان کا وزن کیا جائے۔

یہ دیکھ کر دلی خوشی ہوئی کہ دار العلوم دیوبند کے ایک فاضل جید الاستعداد اور ہونہار فرزند نے اس پر ایک پوری کتاب لکھ کر شائع کردی ہے جس کا نام ہے "الاوزان المحمودۃ"۔ ماشاء اللہ، کتاب بہت اچھی اور مفصل ہے اور بڑی آسانی سے عربی فقہی کتابوں میں جو اوزان آتے ہیں ان کو ہندوستانی حساب پر ڈھال سکتے ہیں۔ یہ کتاب ہر عالم دین کے پاس ہونی چاہئے۔ اور انکو چاہئے کہ خوب غور سے ایک مرتبہ اخیر تک پڑھ لیں۔

اس کتاب کے مصنف ہیں برادر مکرم "مولانا ابو الکلام شفیق المظاہری ثم القاسمی" مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سیلم، جو جنوبی ہندوستان کی ایک بلند اور نمایاں درسگاہ ہے۔ جہاں شعبۂ حفظ سے لیکر دورۂ حدیث شریف اور افتاء وتکمیل ادب عربی تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور ہر سال کافی طلبہ فارغ ہو کر نکلتے ہیں۔ اس کتاب کی تالیف پر میں مصنف سلمہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور دعائے صلاح وفلاح کرتا ہوں۔

۲۰/۶/۱۴۲۳ھ

محمد ظفیر الدین غفرلہ
مفتی دار العلوم دیوبند

تبصرہ:

حضرت مولانا مفتی محمدسلمان صاحب منصور پوری مدظلہ

مفتی جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم وتحقیق کے لئے اہل علم محققین کو کس قدر دیدہ ریزی اور قدیم وجدید کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہیں اس میدان اور محنت سے سابقہ پڑا ہو، ورنہ کتاب دیکھ کر اس راہ کے نشیب وفراز کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

دعوتی، اصلاحی یا عمومی ضرورت کے مسائل پر قلم اٹھانا نسبۃً آسان ہوتا ہے اسلئے کہ ان موضوعات پر مواد کی فراہمی میں کوئی زیادہ دشواری پیش نہیں آتی، لیکن تحقیقی مضامین اور وہ بھی جب عام لوگوں کی دلچسپی نہ ہوں اور ان میں قدیم وجدید پیمانوں کا انطباق کرنا ہو تو اس طرح کی خدمت بجالانے کے لئے مضمون نگار کی شدید محنت اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے بغیر وہ اپنے مقصود تک رسائی نہیں کرسکتا۔

بحمدہ تعالیٰ، ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے موفق من اللہ افراد امت کو عطا فرمائے ہیں جنہوں نے میدان تحقیق میں پوری ہمت کے ساتھ قدم رکھا اور امت کی ضرورتوں کی تکمیل فرمائی۔ انہی باہمت افراد میں جناب مولانا مفتی ابوالکلام مظاہری وقاسمی صاحب استاذ مدرسہ مظاہر العلوم سیلم تمل ناڈو بھی ہیں جنہوں نے "الاوزان المحمودۃ" نامی کتاب لکھ کر علم وتحقیق کے میدان میں ایک زریں باب کا اضافہ کیا ہے، اور پوری دیدہ ریزی سے قدیم شرعی اوزان، مسافت، اور مساحت، وغیرہ کو موجودہ دور میں رائج اوزان اور پیمانہ ہائے مساحت ومسافت سے تطبیق دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اس ایک سو پچاسی صفحات کی کتاب میں تمام متقدمین اور معاصر علماء کی آراء کا خلاصہ اور نچوڑ بہت آسانی اور خوبصورت انداز میں پیش کردیا ہے۔ مفتیان کرام کے لئے یہ کتاب ایک گراں قدر تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر دارالافتاء میں اس کتاب کا موجود رہنا ضروری ہے۔ دیگر شائقین بھی اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مؤلف موصوف اس گراں قدر تالیف پر دلی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اللھم زد فزد

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

فروری ۲۰۰۳ء

مقدمہ طبع ثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔وبعد!

اللہ پاک کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ اس نے مجھے الاوزان المحمودۃ کی تالیف کی توفیق بخشی۔ چنانچہ جب پہلا ایڈیشن طبع ہوکر آیا تو اہل علم نے اسکو میری توقع سے کہیں زیادہ سراہا۔ایک مولانا صاحب آئے اور انکی آنکھوں سے خوشی کے آنسوں ٹپک رہے تھے۔اور وہ فرمارہے تھے کہ میں مدتوں سے جن باتوں کو تلاش کررہا تھا وہ مل گئیں۔

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوے، حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری / زید مجدہم مفتی جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد نے تحریر فرمایا: ہر دارالافتاء میں اس کتاب کا رہنا ضروری ہے۔اور مفتیان کرام کے لئے یہ کتاب گراں قدر تحفہ ہے۔

یہ نیا ایڈیشن جو آپ کے ہاتھوں میں ہے پہلے ایڈیشن سے مختلف ہے۔اس میں بہت سی نئی تحقیقات جمع کردی گئی ہیں۔بعض وہ باتیں جو اوزان کے متعلق کھٹکتی تھیں اسکا صاف ستھرا جواب بھی آپ اس میں پائیں گے۔سفر شرعی کے متعلق بھی اس نئے ایڈیشن میں کچھ تفصیل آ گئی ہے۔

گجرات کے ایک مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی انھوں نے مسافت شرعی کے متعلق کچھ فرمایا اور درمیان گفتگو میل شرعی اور میل انگریزی کا تذکرہ آیا ان کی باتوں سے ایسا معلوم ہورہا تھا کہ میل شرعی جو ۲۰۰۰ (دو ہزار) گز ہوتا ہے وہ نص شرعی ہے۔

اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں کہ میری اس کتاب سے اہل علم کو خوب خوب نفع پہنچے اور مجھے اخلاص عطاء فرمائے۔اور علم دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔نیز اپنے مخلص دوست عالی جناب محمد فاروق صاحب بنگلور اور عالی جناب الحاج صادق سیٹھ صاحب بنگلور جو ہمارے حضرت مولانا ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کے خادم و مرید ہیں۔نیز میرے مہربان الحاج امین صاحب کا بے انتہاء مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی طباعت کی ذمہ داری لی۔جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

ابوالکلام

۱/۱/۱۴۲۵ ہجری

مقدمہ طبع اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي رفع السماء ، وأمر بايفاء الكيل ، والميزان والصلاة والسلام الاتمان والاكملان على سيدنا وحبيبنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا ــ وبعد!

اللہ تبارک وتعالی کا بندوں پر احسان ہے کہ اس نے ناپنے اور تولنے کے اوزان مقرر فرمائے، تاکہ لوگ انصاف کا معاملہ کریں اور اختلاف سے بچیں، قرآن کریم نے بہت سے مقامات پر اسکا تذکرہ کیا ہے۔

اللہ تعالی کا پاک ارشاد ہے:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَه بِمِقْدَارٍ[الرعد: ٨] ۔اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے میں اور ہر چیز کا اس کے یہاں اندازہ ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ .أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ. وَأَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ [الرحمان :٧،٨،٩]۔ اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی ترازو، کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں، سیدھی ترازو تولو انصاف سے، اور مت گھٹاؤ تول کو۔

نیز ارشاد فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ[الحديد:٢٥]۔

ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دیکر اور اتاری انکے ساتھ کتاب، اور ترازو، تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر۔

جولوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں اللہ پاک نے انکو سخت عذاب کی دھمکی دی ہے چنانچہ فرمایا:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ، اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ، وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ــ[المطففين ١،٢،٣]۔ خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ ماپ کرلیں لوگوں سے تو پورا

بھرلیں، اور جب ماپ کردیں انکو یا تول کر تو گھٹا کردیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے جب ناپ تول میں کمی کی عادت ڈال لی تو اللہ نے انکو بھیجا اور کہا: اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ، وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ، وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ [شعراء: ۱۸۱-۱۸۳] پورا بھر کردو ماپ، اور مت ہو نقصان دینے والے، اور تولو سیدھی ترازو سے، اور مت گھٹاؤ لوگوں کو انکی چیزیں، اور مت دوڑو ملک میں خرابی ڈالتے ہوئے۔

ان مذکورہ بالا آیات سے ناپ تول اور ترازو کی اہمیت واضح ہے۔ اسی وجہ سے گذشتہ زمانے میں بھی علماء کرام نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے، جو شامی وغیرہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ مجھے بھی اسی اہمیت کی بناء پر ارادہ ہوا کہ پیمانوں، وزنوں اور پیمائشوں پر مشتمل ایک مفصل رسالہ لکھ دیا جائے۔ میں نے اسکی نسبت میرے مرشد و مربی حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ کی طرف کر کے اسکا نام **الاوزان المحمودة** رکھا ہے۔

ابتداءً اسکا محرک مجلۃ البحوث الاسلامیۃ میں شیخ عبد اللہ بن سلیمان المنیع کی بحث بحث في تحويل الموازين والمكاييل الشرعية إلى المقادير المعاصرة، بنی۔ شیخ چونکہ حنبلی المسلک ہیں اسلئے انکے مضمون اور اوزان میں اسکی رعایت کی گئی ہے۔ شیخ نے اسی حساب سے بحث کی ہے۔ میں نے حنفی مذھب کے مطابق ان کو ڈھالا ہے۔ ابتداء تو ارادہ ہوا کہ اس موضوع کو ماہنامہ دار العلوم دیوبند میں شائع کردوں، لیکن اسکا مضمون بڑھتا گیا، اور ارادہ بدلتا گیا کہ چھوٹے سے رسالہ کی صورت میں شائع کر دوں، لیکن مواد جمع ہوتا گیا، اور رسالہ کی ضخامت میں اضافہ ہوتا گیا، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس میں صاع، مد، رطل، اور مکوک ہی نہیں بلکہ مختلف قسم کے وزنوں پیمانوں اور پیمائشوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اس جیسے پیچیدہ موضوع کے لئے کس قدر محنت کی ضرورت ہے، وہ مؤلفین اور اہل علم پر پوشیدہ نہیں کتاب خشک نہ رہ جائے، اس لئے بعض جدید انھو کے مسائل، حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ کی معلومات بھی لکھدی گئی ہیں۔

میں اپنے والد ماجد ومرشد ثانی مخدومی حضرت مولانا محمد شفیق خان صاحب دامت برکاتہم ،اور میرے شیخ اول کی یادگار مجسمۂ رحمت وشفقت حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کا مشکور وممنون ہوں کہ ان بزرگوں نے میرے لئے اوراس کتاب کیلئے دعائیں کی ہیں۔اللہ پاک ان بزرگوں کے طفیل اس کتاب کوشرف قبولیت سے نوازے آمین.....

اہل علم کواگر میرے اس رسالہ میں کوئی کمی اور غلطی ملے تو ضرور مطلع فرمادیں۔ رحم الله امراء أهدى إلى عيوبي ۔ میری کتاب(القواعد الفقهية المحمودة) کوطلبہ افتاء نے جس طرح پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا،اور(الخطبات النورانية) کوتکمیل ادب کے طلبہ نے جس طرح آنکھوں سے لگایا، مجھے یقین ہے کہ اہل علم میری اس کتاب کوبھی استحسان کی نظر سے دیکھیں گے۔

اخیر میں مدرسہ مظاہرالعلوم سیلم تامل ناڈو،اورعزیز القدر مولانا مفتی محمد لقمان خان المظاہری ثم القاسمی کامشکور وممنون ہوں کہ انکی سعی وکوشش سے یہ کتاب تیار ہوئی۔ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے بزرگ واستاذ محترم حضرت مولانا محمد انیس خان صاحب مدظلہ خلیفہ حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ واستاذ حدیث مدرسۂ مظاہرالعلوم سیلم کاشکریہ ادانہ کروں کیونکہ انہوں نے اس کی اول سے اخیر تک بالاستیعاب تصحیح کی ہے۔ جزاہ اللہ خیرالجزاء۔ نیز جن حضرات کی کتابوں سے میں نے استفادہ کیاان کا بھی تہہ دل سے شکر گزارہوں۔ جزاهم الله خيرا الجزاء في الدارين ۔ وصلى الله على سيد نا محمد وآله وصحبه وسلم۔

ابوالکلام

۱۴۲۵/۱/۱

استاذحدیث وفقہ وادب

مدرسۂ مظاہرالعلوم سیلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

فصل اول

اوزان ومساحات کی اصطلاحات قدیمہ وجدیدہ کے نقشے

﴿۱﴾

۱	ایک رتی	×	۱۲۱٫۵۰	ایک سو ساڑھے اکیس ملی گرام
۲	دس رتی	×	۱۲۱۵	بارہ سو پندرہ ملی گرام
۳	ایک تولہ	۹۶ رتی	۱۱٫۶۶۴	گیارہ گرام، چھ سو چونسٹھ ملی گرام
٤	ایک ماشہ	۸ رتی	۹۷۲	نو سو بہتر ملی گرام
٥	بارہ ماشہ	ایک تولہ	۱۱٫۶۶۴	گیارہ گرام، چھ سو چونسٹھ ملی گرام
٦	ایک چھٹانک	۵ تولہ	۵۸٫۳۲۰	اٹھاون گرام، تین سو بیس ملی گرام
۷	ایک سیر	۸۰ تولہ	۹۳۳٫۱۲۰	نو سو تینتیس گرام، ایک سو بیس ملی گرام
۸	ایک من	۴۰ سیر	۳۷٫۳۲۴٫۸۰۰	سینتیس کلو، تین سو چوبیس گرام، آٹھ سو ملی گرام

﴿۲﴾

۱	ایک انچ	–	–	۲٫۵۴	دو سنٹی میٹر، چون ملی میٹر
۲	ایک گز	۳۶	انچ	۹۱٫۴۴	اکانوے سنٹی میٹر چوالیس ملی میٹر
۳	ایک میٹر	۳۹٫۳۷	انچ	۱۰۰	سو سنٹی میٹر
۴	ایک فرلانگ	۲۲۰	گز	۲۰۲٫۱۷	دو سو دو میٹر سترہ انچ
۵	ایک میل انگریزی	۱۷۶۰	گز	۱۶۰۹٫۳۴٫۴	ایک ہزار چھ سو نو میٹر چونتیس سنٹی میٹر چار ملی میٹر
۶	ایک میل شرعی	۲۰۰۰	گز	۱۸۲۸٫۸۰	ایک ہزار آٹھ سو اٹھائیس میٹر اسی سنٹی میٹر
۷	ایک کوس	۲۳۳۶٫۲۳	گز	۲۱۴۵٫۷۹۲۰	دو ہزار ایک سو پینتالیس میٹر سات ہزار نو سو بیس سنٹی میٹر

طول کے میٹرک پیمانے

۱	ایک میٹر	۱۰۰	سنٹی میٹر
۲	ایک ڈیسی میٹر	۱۰	سنٹی میٹر
۳	ایک سنٹی میٹر	۱۰	ملی میٹر

میٹر سے بڑے پیمانے

۱	ایک کلومیٹر	۱۰۰۰	میٹر
۲	ایک ہکٹو میٹر	۱۰۰	میٹر
۳	ایک ڈیکا میٹر	۱۰	میٹر

گرام سے چھوٹے پیمانے

۱	ایک گرام	۱۰۰۰	ملی گرام
۲	ایک ڈیسی گرام	۱۰۰	ملی گرام
۳	ایک سنٹی گرام	۱۰	ملی گرام

گرام سے بڑے پیمانے

۱	ایک کلوگرام	۱۰۰۰	گرام
۲	ایک ہکٹوگرام	۱۰۰	گرام
۳	ایک ڈیکاگرام	۱۰	گرام

انگریزی باٹ

۱	گرین	آدھی رتی	-	-	۶۰	ملی گرام
۲	ڈرام	تیس رتی	۳	گرام	۶۴۵	ملی گرام
۳	اونس	آٹھ ڈرام	۲۹	گرام	۱۶۰	ملی گرام
۴	پونڈ	سولہ اونس	۴۶۶	گرام	۵۶۰	ملی گرام

(۳)

آٹھ چاول	ایک رتی	-	-	۱۲۱٫۵۰	ملی گرام
آٹھ رتی	ایک ماشہ	-	-	۹۷۲	ملی گرام
بارہ ماشہ	ایک تولہ	۱۱	گرام	۶۶۴	ملی گرام
پانچ تولہ	ایک چھٹانک	۵۸	گرام	۳۲۰	ملی گرام
سولہ چھٹانک	ایک سیر	۹۳۳	گرام	۱۲۰	ملی گرام
پانچ سیر	ایک دھڑی	۴۶۶۵	گرام	۶۰۰	ملی گرام
چالیس سیر	ایک من	۳۷۳۲۴	گرام	۸۰۰	ملی گرام
درہم	ساڑھے تین ماشہ	۳	گرام	۳۹۲	ملی گرام
دانق	پونے چار رتی	-	-	۶۲۵٫۴۵۵	ملی گرام
رطل	۳۴ تولہ ساڑھے چار ماشہ	۴۰۰	گرام	۹۰۵	ملی گرام
مثقال	ساڑھے چار ماشہ	۴	گرام	۳۷۴	ملی گرام
دام پختہ	بیس ماشہ	۱۹	گرام	۴۴۰	ملی گرام

نوٹ:-۱	اس نقشہ میں سے بعض میں حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کا اختلاف ہے۔

نوٹ:-۲	ہمزہ ایک علامت ہے (ء)۔ جو درمیان میں لکھ دی جاتی ہے۔ ہمزہ کے دائیں طرف گرام جو (۹۹۹ تک لکھے جاسکتے ہیں)۔اور ہمزہ کے بائیں طرف کلوگرام، کوئنٹل اور میٹرک ٹن ہونگے۔ مثلا ہم نے (۱۰۰ء۹۹۹) عدد لکھے تو دیکھو ہمزہ کے داہنی طرف نوسوننانوے ہے تو یہ گرام ہوگئے اور بائیں طرف سو کا عدد ہے تو یہ سو کلوگرام ہوگئے یا ایک کوئنٹل ہوگیا۔ کیونکہ سوکلو کا ایک کوئنٹل ہوتا ہے۔اب مثلا ہمزہ کے بائیں طرف عدد ہزار سے بھی زیادہ ہوں تو ہزار والے عدد میٹرک ٹن۔ سو سے کم والے عدد کلو گرام۔(۲۱ء۵۳۱ء۷۸۵) اکیس میٹرک ٹن پانچ سو اکتیس کلو سات سو پچاسی گرام بولا جائے گا۔

ہمزہ کے داہنی طرف پیسے ہونگے روپے نہیں، گرام ہونگے کلوگرام نہیں، ڈیسی یا سینٹی میٹر ہونگے میٹر نہیں، لہذا قاعدہ کے مطابق جب ہمزہ کا نشان لگایا جائے تو گرام میں ہمزہ کے داہنی طرف گرام اور بائیں طرف کلوگرام۔ میٹر میں ہمزہ کے دائیں طرف ڈیسی میٹر یا سینٹی میٹر اور بائیں طرف میٹر ہوجائیں گے۔

فصل دوم

آیات کریمہ میں پیمانوں اور وزنوں اور ناپنے کے آلات

قِنطَار	مِثقَال	حَبَّة	صُوَاع
حِمْلُ بَعِيْر	ذِرَاع	دِيْنَار	دِرْهَم

چنانچہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

١- وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا، اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا [١]۔ اور دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو اس میں سے کچھ کیا لیا چاہتے ہو اسکو ناحق اور صریح گناہ سے۔

٢- فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه [٢]۔ سو جس نے کی ذرہ بھر بھلائی کی وہ دیکھ لیگا اسے۔

٣- وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔ [٣]۔ اور اگر ہوگا برابر رائی کے دانہ کے تو ہم لے آئینگے اسکو اور ہم کافی ہیں حساب کرنے کو۔

٤- قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ۔ بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ۔

٥- وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ [٤]۔ اور جو کوئی اسکو لائے اسکو ملے ایک بوجھ اونٹ کا اور میں ہوں اسکا ضامن۔

٦- ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ [٥]۔ پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اسکو جکڑ دو۔

٧- وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا [٦]۔ اور بعض ان میں وہ ہیں اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تو وہ کر دیں گے۔ اور بعض ان میں وہ ہیں اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کرے تجھ کو مگر جب تک تو رہے اسکے سر پر کھڑا۔

٨- وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ [٧]۔ اور بیچ آئے اسکو بھائی ناقص قیمت کو گنتی کی چونیاں اور ہو رہے تھے اس سے بیزار۔ (از ترجمہ شیخ الہند)

فصل سوم

احادیث میں پیمانوں اور وزنوں اور ناپنے کے آلات

ناپنے کے پیمانے

صَاع	مُدّ	قُلَّة	فَرْق	قَفِيز	إِرْدَبّ	عَرَق
وَسَق	قِرْبَة	مَخْتُوم	مَكُّوك	قِسْط	مُدْي	قَدَح

تولنے کے پیمانے

قِيرَاط	أُوقِيَّة	قِنْطَار
نَشّ	نَوَاة	رِطْل

لمبائی چوڑائی کے پیمانے

شِبْر	ذِرَاع	بَاع

مذکورہ بالا پیمانے احادیث میں:

۱ - حدثني ابن جبر قال سمعت انسا رضي الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ يتوضا بالمد، ويغتسل بالصاع إلى خمسة أمداد. [۸]۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مد سے وضو فرمایا کرتے تھے اور صاع سے غسل فرمایا کرتے تھے پانچ مد تک۔

۲ـ عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله ﷺ يغتسل فى القدح وهو الفرق و كنت أغتسل أنا وهو في الإناء الواحد، قال قتيبة: قال سفيان و الفرق ثلاثة آصع. [۹]۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ قدح سے غسل فرماتے تھے اور وہ فرق ہے، اور ایک ہی برتن میں ہم دونوں غسل کرتے تھے۔ قتیبہ نے کہا: کہ سفیان نے بتایا کہ ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔

٣-عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ إذا بلغ الماء قلتين لم ينجسه شيء.[١٠]۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پانی دوقلہ ہوجائے تو کوئی شیٔ اسکو نجس نہیں کرتی ہے۔

٤- عن ابي هريرة رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال: ان الآخر رقع على امراته في رمضان فقال: أتجدما تحرر رقبة؟قال :لا.قال: أفتستطيع أن تصوم شهرين متتابعين ؟ قال : لا . قال : أفتجد ما تطعم ستين مسكينا ؟ قال : لا . فأتي النبي ﷺ بعرق فيه تمر وهو الزنبيل قال أطعم هذا عنك قال على أحوج مناومابين لابتيها أهل بيت أحوج منا : قال : فأطعمه أهلك.[١١]۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ایک شخص نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم پاتے ہو جس سے ایک گردن آزاد کرو؟ انہوں نے کہا: نہیں ،آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم مسلسل دوماہ روزے رکھنے پر قدرت رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس وہ چیز ہے جس سے تم ساٹھ مسکینوں کو کھلاسکو؟ انہوں نے کہا نہیں ،پھر آپ ﷺ کے پاس ایک ٹوکرالایا گیا وہ زنبیل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنی طرف سے اسکو کھلادو، انہوں نے کہا ہم سے زیادہ محتاجوں پر؟ نہیں ہے مدینہ کے (کالے پہاڑوں) کے درمیان ہم سے زیادہ محتاج آپ ﷺ نے فرمایا پھر اپنے گھر والوں کو کھلادو۔

٥-عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: منعت العراق درهمها وقفيزها ،ومنعت الشام مديها ،ودينارها،ومنعت مصر إردبها ودينارها وعدتم من حيث بدأتم قالها ثلاثا. وقال: شهد على ذلك لحم ابي هريرةودمه [١٢]۔ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عراق نے اپنے درہم اور اپنے قفیز کو منع کردیا ہے اور شام نے اپنے مدکو، اور دینار کو روکدیا، اور مصر نے اپنے اردب کو اور دینار منع کردیا، آپ ﷺ نے فرمایا : تم نے جہاں سے ابتدا کی تھی اسی جگہ لوٹ آئے ۔اسکو تین مرتبہ فرمایا، ابوھریرۃ کا گوشت اور خون اسکا شاہد ہے۔

٦-عن أنس رضي الله تعالى عنه:أن النبي ﷺ رأى على عبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنه اثر صفرة فقال:ما هذا؟ قال إني تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب ، قال: بارك الله لك أولم ولو بشاة. [١٣]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر زرد رنگ دیکھا تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا، میں نے نکاح کیا ہے ایک نواۃ سونے کے برابر مہر میں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تم کو برکت دے ولیمہ کرو اگر چہ ایک بکری سے کیوں نہ ہو.

٧-عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ ليس فيما دون خمس أواق من الورق صدقة وليس فيما دون خمسة أوسق من التمر صدقة.[١٤]۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوۃ نہیں، اور پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوۃ نہیں ہے۔

٨-بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:لما ثقل النبي ﷺ واشتد به وجعه استأذن أزواجه في أن يمرض في بيتي فأذن له فخرج بين رجلين تخط رجلاه في الأرض ،بين عباس ورجل آخر ،قال عبيد الله فأخبرني عبد الله بن العباس فقال:أتدري من الرجل الاخر ؟قلت لا:قال:هو علي بن أبي طالب رضي الله عنه وكانت عائشة رضي الله عنها تحدث أن النبي ﷺ قال:بعد ما دخل بيته واشتد وجعه اهرقوا عليّ من سبع قرب لم تحلل أوكيتهن لعلي أعهد إلى الناس.[١٥]

جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے اور آپ ﷺ کا درد بڑھ گیا تو آپ نے اپنے بیویوں سے اجازت چاہی کہ میرے گھر میں تیمارداری ہو، انہوں نے اجازت دیدی، تو آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے نکلے، اور آپکے دونوں پاؤں سے زمین میں لکیر بن رہی تھی، ایک طرف حضرت عباسؓ اور دوسری طرف ایک دوسرے شخص تھے، عبید اللہ نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ دوسرے شخص کون تھے؟ میں نے کہا: نہیں، آپؓ نے فرمایا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ نبی اکرم ﷺ نے گھر میں داخل ہونے اور درد بڑھ جانے کے بعد فرمایا: مجھ پر سات مشکیں پانی بہاؤ، جن کے منہ نہ کھولے گئے ہوں، ہوسکتا ہے کہ میں لوگوں کو حکم کردوں۔

٩-عن انس بن مالك رضي الله عنه كان رسول الله ﷺ يتوضأ بالمكوك ويغتسل بخمسة مكاكيك[١٦]۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مکوک سے وضو، اور پانچ مکوک سے غسل فرماتے تھے۔

١٠-عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال:ليس فيما دون خمسة أوسق زكاة والوسق ستون مختوما.[١٧]۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ پانچ وسق سے کم میں زکاۃ نہیں ہے اور ایک وسق ساٹھ مختوم کا ہوتا ہے۔

١١-ان ابا هريرة رضي الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ من شهد الجنازة حتى يصلي عليها فله قيراط ومن شهدها حتى تدفن فله قيراطان ، قيل: وما القيراطان ؟ قال مثل الجبلين العظيمين.[١٨]۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ جو جنازہ کے پاس رہا، تا آنکہ اسپر نماز پڑھی گئی تو اسکو ایک قیراط کے برابر ثواب ملیگا، اور جو دفن تک رہا، تو اس کو دو قیراط کے برابر ثواب ملیگا، پوچھا گیا قیراط کیا ہے؟ فرمایادو بڑے پہاڑ کے برابر۔

١٢-عن ابي هريرة رضي الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ من اتخذ كلبا إلا كلب ماشية أو صيد أو زرع انتقص من أجره كل يوم قيراط.[١٩]

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جو کتا پالے سوائے چوپائے اور شکار اور کاشت کے کتے کے، تو اس کے ثواب سے ہر دن ایک قیراط کے برابر (ثواب کی) کمی ہوتی ہے۔

١٣-عن ابي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال:ما بعث الله نبيا إلا رعى الغنم فقال أصحابه ، وأنت؟ قال: نعم،كنت أرعاها على قراريط لأهل مكة -[٢٠]

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس نے بکری نہ چرائی ہو، صحابہ نے پوچھا آپ نے بھی؟ فرمایاہاں! میں اہل مکہ کی بکریاں قیراطوں پر چرایا کرتا تھا۔

١٤-عن انس بن مالك رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال:يجزيء في الوضوء رطلان من ماء.[٢١]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ وضو کیلئے دو رطل پانی کافی ہے۔

١٥-عن ابن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه قال:سألت عائشة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ كم كان صداق رسول الله ﷺ ؟ قالت: كان صداقه لأزواجه ثنتي عشرة أوقية ونشا،قالت أتدري ما النش ؟ قال: قلت:لا،قالت نصف أوقية ،فتلك خمس مأة درهم فهذا صداق رسول الله ﷺ لأزواجه.[٢٢]۔ حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ انہوں نے ام مؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنا مہر دیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو بارہ اوقیہ اور نش مہر دیا تھا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معلوم کیا کہ تم جانتے ہو کہ نش کیا چیز ہے؟ میں نے کہا، نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آدھا اوقیہ ،جملہ پانچ سو درہم ہیں، آپ ﷺ نے اتنا مہر اپنی بیویوں کو دیا تھا۔

١٦-عن أبي ذر رضي الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ:يقول الله عزوجل،من جاء بالحسنة فله عشر امثالها أو أزيد،ومن جاء بالسيئة فجزاء سيئة مثلها ، أو أعفي ومن تقرب مني شبرا تقربت منه ذراعا ومن تقرب مني ذراعا تقربت منه باعا، ومن أتاني يمشي أتيته هرولة ومن لقيني بقراب الأرض خطيئة لا يشرك بي شيئا لقيته بمثله مغفرة[٢٣]۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے جو ایک نیکی لائے اسکو اس جیسی دس یا اس سے زائد۔نیکیوں کا ثواب دونگا۔اور جو کوئی ایک برائی لائے تو ایک بدی کے عوض ایک گناہ اسی مقدار میں، یا معاف کردونگا، اور جو میرے ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں اس سے ایک ذراع قریب آتا ہوں، اور جو میرے ایک ذراع قریب آتا ہے، تو میں ایک باع اسکے قریب آتا ہوں، اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں، اور جو میرے سے اس حال میں ملے کہ وہ شرک نہ کرتا ہو اور زمین بھر کر گناہ لائے تو اسکی مقدار میں مغفرت کے ساتھ میں اس سے ملونگا۔

١٧- عن ابي هريرةؓ عن النبي ﷺ قال : القنطار اثنا عشر الف أوقية و كل أوقية خير مما بين السماء والأرض۔[٢٤]۔ حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہے اور ہر ایک اوقیہ بہتر ہے جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

باب دوم

فصل اول

مقدار کی تعریف: جس سے معلوم کیا جائے کہ تولی اور ناپی اور گنی جانے والی چیز کتنی ہے وہ مقدار کہلاتی ہے۔ لمبائی اور چوڑائی جاننے کیلئے ناپا جاتا ہے، اور وزن معلوم کرنے کیلئے تولا، افراد اور عدد دریافت کرنے کیلئے گنا جاتا ہے۔

احادیث میں کثرت کے ساتھ صاع کا تذکرہ آتا ہے، نیز صاع اور مد کے ذریعہ فقہاء کرام نے بقیہ پیانوں کا وزن لگایا ہے، اس لئے اسی سے ابتداء کی جاتی ہے۔

فصل دوم

الصاع

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ۔[۲۵] کہے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیانہ اور جو کوئی اسکو لائے ملے اسکو ایک بوجھ اونٹ کا اور میں ہوں اسکا ضامن۔

اور صاع پانی پینے کے کام میں بھی آتا تھا اسکی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَجَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ۔[۲۶]۔ رکھ دیا پینے کا آلہ اپنے بھائی کے اسباب میں پھر پکارا، پکارنے والے نے اے قافلہ والو! تم تو البتہ چور ہو۔[از ترجمہ شیخ الہند]

لیکن اسلام کے آنے کے بعد صاع کا استعمال صرف ناپنے کیلئے ہونے لگا، اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث میں آتا ہے: انه ﷺ كان يغتسل بالصاع ويتوضا بالمد۔ آپ ﷺ صاع سے غسل فرماتے اور مد سے وضو کیا کرتے تھے۔ جواب یہ کہ اس مراد صاع کی مقدار کے برابر پانی سے آپ غسل فرماتے تھے۔

آپ کے زمانے میں بنیادی طور پر جو پیانے کثرت کے ساتھ استعمال کئے جاتے تھے وہ مد اور صاع ہی تھے، باقی پیانے یا تو اس کے جزء ہیں یا اس سے دو گنے اور چوگنے، اگر انکا حساب مکمل کرلیا جائے تو بقیہ پیانوں کا حساب بھی آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

صاع، صواع مفرد، اسکی جمع آصع ، اصوع ، اصواع ، صوع ، صیعان آتی ہیں۔

اصطلاح فقہاء میں: صاع ایک ناپنے کا پیمانہ ہے جس سے شیء کی مقدار کو معلوم ومتعین کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن منظورؒ نے صاع کے متعلق لکھا ہے:

والصاع مكيال لأهل المدينة ، يأخذ أربعة أمداد ، يذكر ويؤنث وصاع النبي ﷺ الذي بالمدينة أربعة أمداد بمدهم المعروف عندهم ، قال : وهو يأخذ من الحب قدر ثلثي مناً بلدنا ، وأهل الكوفة يقولون عيار الصاع عند هم أربعة أمناء ، والمد ربعه ، وصاعهم هذا هو القفيز الحجازي ، ولا يعرفه أهل المدينة .[٢٧]

وہ ایک ناپنے کا پیمانہ ہے، جسکو اہل مدینہ استعمال کرتے تھے جو چار مد کا ہوتا تھا۔اور نبی اکرم ﷺ کا صاع جو مدینہ میں تھا وہ اہل مدینہ کے معروف مد سے چار مد کا ہوتا تھا،،وہ ہمارے علاقے کے من کے دو ثلث اناج کو سماتا ہے۔اہل کوفہ کہتے ہیں: صاع ایک پیمانہ ہے جسمیں چار من آتے ہیں، مد اسکا ایک ربع ہے،انکا یہ صاع قفیز حجازی کے برابر ہےاور اہل مدینہ اسکونہیں جانتے۔

ابوعبید القاسم بن سلام نے اپنی کتاب الأموال میں لکھا ہے: وجدنا الآثار قد نقلت عن النبي ﷺ وأصحابه والتابعين بعدهم بثمانية أصناف من المكاييل: الصاع، والمد،و الفرق،و القسط، والمدي،و المختوم، و القفيز ، والمكوك،إلا أن معظم ذلك في المد والصاع.[٢٨]۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ وتابعین سے آٹھ قسم کے منقولہ پیمانے ہم کو ملتے ہیں:"صاع، مد، فرق، قسط، مدي، مختوم، قفيز، مكوك "لیکن صاع اور مد ہی کثرت کے ساتھ منقول ہیں۔

صاع دو طرح کے ہیں: "صاع حجازی، صاع عراقی" اسکو صاع حجازی بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ جب **صاع عمری** مفقود ہو گیا تھا تو حجاج بن یوسف نے اسکا پتہ لگایا تھا، وہ اس بات کا اہل عراق پر **احسان بھی** جتلایا کرتا تھا اور اپنے خطبہ میں کہا کرتا تھا: یا أهل العراق یا أهل الشقاق والنفاق ، ومساوي الأخلاق ، ألم أخرج لكم صاع عمر ؟[٢٩]۔اے عراقیو! اے اختلاف کرنے والو! **اے منافق والو!!!** برے اخلاق والو!!!! کیا میں نے تم کو حضرت عمرؓ کا صاع نکلوا کر نہیں دیا؟

صاع کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علامہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قد تكرر ذكر الصاع في الحديث وهو مكيال يسع أربعة أمداد، والمد مختلف فيه، فقيل هو رطل وثلث بالعراقي، وبه يقول الشافعي وفقهاء الحجاز، وقيل هو رطلان، وبه أخذ أبو حنيفة رحمه الله وفقهاء العراق فيكون الصاع خمسة أرطال وثلثا، أو ثمانية أرطال.[۳۰]- صاع کا تذکرہ حدیث میں بار بار آیا ہے، کہ وہ ایک پیمانہ ہے جس میں چار مد سماتے ہیں، اور مد میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: ایک مد ایک رطل عراقی اور اس کے ثلث کا ہے، اسی کو امام شافعی اور اہل حجاز کے فقہاء نے اختیار کیا ہے۔ اور بعض نے کہا وہ دو رطل کا ہوتا ہے اسکو امام ابو حنیفہ اور فقہاء عراق نے اختیار کیا ہے۔ لہذا صاع: پانچ رطل اور ثلث کا ہوا یا آٹھ رطل کا ہوا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

صاع میں اہل مدینہ کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے اس کے متعلق ابن حزم کہتے ہیں: هذا امر مشهور بالمدينة منقول نقل الكافة صغيرهم وكبيرهم وصالحهم وطالحهم وعالمهم وجاهلهم حرائرهم وإمائهم كما فعل أهل مكة بوضع الصفا والمروة والاعتراض على أهل المدينة في صاعهم ومدهم كالمعترض على اهل مكة في موضع الصفا والمروة[۳۱]- یہ بات مدینہ میں مشہور ہے اور تمام ہی لوگ اس کے ناقل ہیں مدینہ کے بڑے بھی چھوٹے بھی اچھے بھی برے بھی آزاد بھی غلام بھی یہ ایسا ہے جیسا کہ اہل مکہ نے متعین کیا صفا اور مروہ کو، اور اہل مدینہ پر انکے صاع اور مد کے بارے میں اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اہل مکہ پر اعتراض کرنا صفا اور مروہ کی جگہ متعین کرنے میں۔

امام ابو یوسفؒ سے بھی بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ آپ مدینہ تشریف لائے اور آپ نے اہل حجاز کے صاع کی مقدار کو قبول فرمالیا، چنانچہ علامہ بیہقیؒ نے حسن بن الولید سے روایت کیا ہے، امام ابو یوسفؒ جب حج سے واپس تشریف لائے تو ہم آپ کے پاس جمع ہوگئے، آپ نے فرمایا: میں علم کا ایک دروازہ تم پر کھولنا چاہتا ہوں جو میرے ذہن میں ہے اور میں اسکی تلاش میں تھا، پھر کہنے لگے میں مدینہ منورۃ آیا، صاع کے متعلق میں نے دریافت کیا، ان لوگوں نے جواب دیا: ہمارا صاع رسول ﷺ کا صاع ہے۔

میں نے پوچھا اسکی کیا دلیل ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اسکا جواب کل دیں گے، چنانچہ دوسرے دن پچاس بوڑھے مہاجرین اور انصار کی اولاد میں سے آئے اور سب کے سب اپنی چادروں میں صاع لیکر آئے تھے ، ہر ایک نے اپنے باپ دادا اور گھر والوں کی سند سے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کا صاع ہے، میں نے دیکھا تو وہ سب برابر تھے اور اسکو ناپا تو پانچ رطل اور ایک ثلث رطل سے کچھ کم تھا۔ میں نے ایک قوی دلیل پائی، اور میں نے امام ابوحنیفہ ؒ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کے قول کو اختیار کیا۔

اس واقعہ کے راوی حسین بن الولید کہتے ہیں: میں نے اسی سال حج کیا اور حضرت امام مالک ؒ سے ملاقات کی اور صاع کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا صاع ہے میں نے پوچھا وہ کتنے رطل کا ہے؟ حضرت امام مالک ؒ نے فرمایا: المكيال لا يرطل وهو هذا.[٣٢] ناپنے کے پیمانوں کو تولا نہیں جاتا وہ یہ ہے۔

مغنی میں امام احمد سے منقول ہے :الصاع وزنته فوجدته خمسة ارطال وثلثا حنطة[٣٣] صاع کو میں نے ناپا تو وہ پانچ رطل اور ایک تہائی رطل گیہوں کا تھا۔

__حنفیہ کے دلائل:__

۱- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صاع آٹھ رطل کا ہوتا تھا۔

۲- صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ مد سے وضو فرمایا کرتے تھے اور صاع سے غسل کرتے تھے۔ اسکی تفصیل دوسری حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ آٹھ رطل سے غسل کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے: يجزيء في الوضوء رطلان من ماء۔[٣٤] دو رطل پانی وضو کیلئے کافی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے، اور یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ چار مد کا ایک صاع ہوتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ایک صاع آٹھ رطل کا ہے، اور یہی حنفیہ ؒ کی رائے ہے۔

۳- امام طحاوی ؒ نے شرح معانی الآثار میں (باب وزن الصاع كم هو؟) کے تحت حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے: قال دخلت على عائشة فاستسقى بعضنا فأتى بعس قالت عائشة رضي الله عنها كان النبي ﷺ يغتسل بمثل هذا،قال مجاهد: فحزرته فيما أحزر ثمانية أرطال،تسعة أرطال،عشرة أرطال.[٣٥]۔ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے کسی نے پانی مانگا ایک بڑے کٹورے کو لایا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور ﷺ

اس جیسے برتن سے غسل فرمایا کرتے تھے،حضرت مجاہد کہتے ہیں: میں نے اسکو ناپا تو وہ آٹھ رطل کا تھا ،ایک روایت میں نو رطل کا،ایک میں دس رطل کا تھا۔

کمی زیادتی کی صورت میں اقل متعین ہوجاتا ہے،**مولانا تقی صاحب عثمانی دامت فیوضہم** العالیہ فرماتے ہیں: یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن تعدد طرق کی بناء پر قابل استدلال ہے۔

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ العالی الدر المنضود میں فرماتے ہیں: حضرت گنگوہی کی تقریر میں ہے کہ حضورﷺ کے زمانہ میں صاع عراقی بھی رائج تھا،(جو کہ صاع حجازی سے بڑا تھا)اس لئے صدقۃ الفطر میں احوط یہ کہ صاع عراقی کا لحاظ کیا جائے عرف الشذی میں بھی لکھا ہے کہ صاع عراقی اور حجازی دونوں حضورﷺ کے زمانہ میں پائے جاتے تھے.روایات صحیحہ اس پر دال ہیں۔

بہرحال یہ مسئلہ کہ حجازی رطل کتنے کا ہوتا ہے اور عراقی کتنے کا،اسمیں راجح قول کیا ہے؟ اسکی تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آگے یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ ایک صاع کا وزن گرام کے حساب سے کتنا ہوتا ہے اور یہ ہی ہمارا مقصد اصلی ہے۔علماء متقدمین نے صاع کی مقدار درہم اور دینار کے اعتبار سے بتلادی ہے، اور یہ بھی بتلادیا ہے کہ ایک درہم کتنے جو اور رائی کے دانہ کے برابر ہوتا ہے۔

<u>ایک شبہ اور اس کا ازالہ:</u>

تقریبا ۲۵ رسال کا عرصہ ہوا، میرے محترم دوست حضرت مولانا مفتی الصر علی صاحب قاسمی استاذ مدرسہ مفتاح العلوم،میل وشارم،تمل ناڈو، نے مجھ سے کہا تھا کہ حنفیہ کے نزدیک ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور شافعیہ کے نزدیک پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے لیکن صدقۃ الفطر کی مقدار میں دونوں کے پاس کچھ زیادہ فرق نہیں ہے، آخر اسکی کیا وجہ ہے؟

علامہ ابن نجیمؒ نے البحر الرائق میں اسکا جواب دیا ہے کہ اہل مدینہ کے رطل میں ۳۰ راستار کے گیہوں سماتے ہیں، یعنی وہ بڑا ہے، اور بغدادی رطل چھوٹا ہوتا ہے، اسمیں صرف ۲۰ راستار گیہوں آتے ہیں، آٹھ رطل جو بیس استار والا ہو اور پانچ رطل اور تہائی رطل جو تیس استار والا ہو دونوں برابر ہیں۔لہذا حنفیہ اور غیر حنفیہ کا اختلاف لفظی اختلاف ہے۔

إن أبـا يوسف لما حرزه وجده خمسة وثلثا برطل أهل المدينة ،وهذا اكبر من رطل

أهل بغداد لأنه ثلاثون استارا و البغدادي عشرون استارا۔[٣٦]۔ امام ابو یوسف نے جب صاع کو ناپا تو اسکو اہل مدینہ کے رطل سے پانچ رطل اور تہائی رطل پایا،اور یہ رطل بغدادی سے بڑا تھا کیونکہ رطل بغدادی بیس رطل کا تھا اور یہ تیس رطل کا ہے۔

اہل حجاز اور اہل عراق کے صاع میں تطبیق:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ اختلاف لفظی ہے۔ڈاکٹر یوسف القرضاوی علامہ ابن الھمام سے نقل کرتے ہیں:قال بعض الحنفية :إن أبا يوسف لما حوزه وحده خمسة وثلثا برطل أهل المدينة ،وهذاالمقدار يساوي ثمانية أرطال بغداد۔[٣٧]

بعض حنفیہ کہتے ہیں:امام ابو یوسف نے جب صاع کو ناپا تو اسکو اہل مدینہ کے رطل سے پانچ رطل اور تہائی رطل پایا،اور یہ مقدار آٹھ رطل بغدادی کے مساوی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے صاع عراقی اور حجازی میں ایک اور طرح سے تطبیق دی ہے انہوں نے فرمایا:صاع دو طرح کے ہوتے ہیں :صاع اناج اور صاع طہارت:ان صاع الطعام خمسة أرطال وثلث ، وصاع الطهارة ثمانية ارطال كما جاء بكل واحد منهما الاثر۔[٣٨]۔ غلہ اور اناج کا صاع پانچ رطل اور دو ثلث رطل کا ہوتا تھا،اور پانی کا صاع آٹھ رطل کا ہوتا تھا،ان میں سے ہر ایک کی دلیل ہے۔

تحقیق صاع:

صاع کی سب سے عمدہ تحقیق حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔حضرت لکھتے ہیں:في الدر المختار : الدينار عشرون قيراطا،والدرهم أربعة عشر قيراطا،و القيراط خمس شعيرات،فيكون الدرهم الشرعي سبعين شعيرة ، و المثقال مائة شعيرة،قال الشامي:تحته شعيرة معتدلة لم تقشر وقطع من طرفيها ما دق وطال[٣٩]۔ درمختار میں ہے: کہ دینار بیس قیراط اور درہم چودہ قیراط کا ہے،اور قیراط پانچ جو کا پس درہم شرعی ستر جو کا،اور مثقال سو جو کا ہے،علامہ شامیؒ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ یہ،،جو،،معتدل اور میانے ہونے چاہئے،جن کا چھلکا نہ اتارا گیا ہو،اور اس کے دونوں طرف سے جو لانبا تنکا دم کی طرح ہوتا ہے وہ قطع کر دیا گیا ہو۔

ومثله في بحر الرائق ومثله في شرح الوقاية،ومجمع الأنهر، وجامع الرموز.[٤٠]اور یہی مضمون بحر الرائق شرح وقایہ اور مجمع الأنہر اور جامع الرموز میں بھی مذکور ہے۔

وفی الدر المختار: الصاع المعتبر ما یسع الفا وأربعین درهمامن ماش أو عدس ،قال الشامی :أن الصاع أربعة أمداد، والمد رطلان،والرطل نصف من،والمن بالدرهم مائة وستون درهما وبالأستار أربعون،والإستار بکسر الهمزة بالدرهم ستة ونصف وبالمثقال أربعة ونصف، کذا فی درر البحار، فالمد والمن سواء کل منهما ربع صاع رطلان بالعراقی، والرطل مائة وستون درهما، واختلف فی الصاع فقال الطرفان :ثمانیة أرطال بالعراقی ،وقال الثانی:خمسة أرطال وثلث،وقیل لاخلاف،وهذا الأشبه لأن محمدا لم یذکر خلاف أبی یوسف لو کان لذکره لأنه اعرف بمذهبه.[٤١]۔ اوردرمختار میں ہے:وہ صاع جواحکام شرعیہ میں معتبر ہے،وہ پیانہ ہے جسمیں ایک ہزار چالیس درہم کے برابر ماش یامسور سما جائے،علامہ شامی نے اس قول کی شرح میں لکھا ہے، کہ صاع چار مد کا،اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من (باصطلاح حجازی) کا اور ایک من درہم کے حساب سے ایک سو ساٹھ درہم ہے،اور استار کے حساب سے چالیس استار کا،اور استار بکسر ہمزہ بحساب درہم ساڑھے چھ درہم کے برابر (کذافی درر البحار) پس مد اور من برابر ہیں ہر ایک ان میں سے چوتھائی صاع کے برابر ہے جو دو رطل عراقی کے برابر ہے اور رطل ایک سو ساٹھ درہم کے برابر،اور صاع کے وزن میں اختلاف ہے،طرفین نے کہا آٹھ رطل عراقی ہیں اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: پانچ رطل اور تہائی رطل کا ایک صاع ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ صاع کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ باتفاق آٹھ رطل کا صاع ہوتا ہے اور یہی بات زیادہ اقرب ہے کیونکہ امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کا اختلاف نقل نہیں فرمایا ہے،اور اگر اختلاف ہوتا تو وہ ضرور ذکر فرماتے، کیونکہ وہ ان کے مذہب سے زیادہ واقف ہیں۔

وفی شرح الوقایة : ونصف صاع من العراقی فهو منوان علی أن المن أربعون إستارا والإستار أربعة مثاقیل،ونصف مثقال،فالمن مائة وثمانون مثقالا ، قال العلامة محمد بن صالح المعروف بقاضی زاده ساکن المدینة فی نتائج النظر حاشیة الدرر:الشعیرة ثلاث حبات من الأرز فی المتانة وستة خرادل ۔[٤٢]

اور شرح وقایہ میں ہے کہ نصف صاع عراقی دو من کا ہے،اسطرح پر کہ ایک من چالیس استار کا اور ایک استار ساڑھے چار مثقال کا،پس ایک من ایک سو اسی مثقال کا ہوگیا۔علامہ محمد بن صالح ساکن مدینہ نے نتائج النظر حاشیہ درر میں فرمایا ہے کہ ایک جو تین چاول کے برابر ہوتا ہے اور یہ چھ رائی کے دانوں کے برابر۔

اور **غایۃ البیان** میں ہے: الدینار عشرون قیراطا کل قیراط اثنا عشر ارزا، والأرز خردلتان حدیثتان من الخردل البري۔[۴۳]۔ دینار بیس قیراط کا اور قیراط بارہ چاول کا اور چاول دو رائی کے دانوں کے برابر ہوتا ہے رائی نئی جنگلی ہونی چاہیے۔

آگے **مفتی شفیع صاحب** لکھتے ہیں: ایک مثقال چار ماشہ چار رتی کا ہے اور ایک درہم تین ماشہ ایک رتی اور ایک رتی کا پانچواں حصہ۔

اب حضرتؒ نے مذکورہ بالا حساب کیسے کیا، اسکی تفصیل حضرت ہی کی زبانی: احقر نے ستر (۷۰) جو علیحدہ اور سو (۱۰۰) جو علیحدہ پورے احتیاط کے ساتھ وزن کیا کہ حسب تصریح فقہاء، جو بھی متوسط لئے جو سب دم بریدہ اور غیر مقشورہ تھے، چند بار وزن کیا اور متعدد صرافوں سے وزن کرایا۔ اول رائج الوقت ماشہ سے وزن کرایا تو ستر جو تین ماشہ پانچ رتی کے ہوئے اور سو جو پانچ ماشہ دو رتی کے ہوئے لیکن رائج الوقت ماشہ تولہ اصل تولہ ماشہ سے کسی قدر کم ہے کیونکہ اس وقت بازار میں سکہ انگریزی روپیہ کو ایک تولہ قرار دے دیا گیا ہے جو حقیقۃ ساڑھے گیارہ ماشہ کا ہے، اور اصل تولہ سے ۴ رتی کم ہے اسی حساب سے ماشہ ۱/۳ کم ہوا۔ تین ماشہ پر ایک رتی اور پانچ ماشہ پر پونے دو ۱-۳/۴ رتی کم ہوگئے تو گویا اس وزن کے حساب سے ستر (۷۰) جو تین ماشہ چار رتی یعنی کل اٹھائیس رتی تقریبا ہوئے۔ اور سو (۱۰۰) جو تقریبا چالیس رتی یا پانچ ماشہ کے ہوئے۔ پھر مزید احتیاط کیلئے یہ ارادہ کیا کہ رتیوں کے ساتھ وزن کیا جائے، چنانچہ بازار سے سرخ گنگچیاں جو فی دانہ ایک رتی ہوتی ہے، جمع کر کے وزن کیا گیا۔ مگر گنگچیاں بہت متفاوت نظر آئیں۔ بعض سے ستر جو کا وزن اٹھائیس رتی اور سو جو کا وزن اکتالیس رتی نکلا۔ اور بعض سے ستر (۷۰) جو کا وزن ستائیس ۲۷ رتی ہوا، اور بعض سے چھبیس ۲۶ رتی اور بعض سے پچیس ۲۵۔

اسی طرح سو ۱۰۰ جو کا وزن بھی گنگچیوں سے چالیس ۴۰ رتی تو بعض سے انتالیس ۳۹ رتی بعض سے اڑتیس ۳۸ اور بعض سے چھتیس ۳۶ نکلا۔ تفاوت وزن کی وجہ کی غور و تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس میں زیادہ تر گنگچیوں کے تفاوت کا دخل ہے کیونکہ گنگچیاں جس قدر سناروں اور صرافوں سے جمع کی گئیں وہ اس قدر متفاوت تھیں کہ نظر میں بھی چھوٹی بڑی معلوم ہوئی تھیں لیکن ہمیں صحیح وزن معلوم کرنے کیلئے جس طرح جو متوسط لینے تھے اسی طرح گنگچیاں بھی متوسط لینے کی ضرورت تھی۔ اس لئے امکانی تلاش و تحقیق سے متوسط درجہ کی گنگچیاں جمع کی گئیں جو نظر میں بھی متفاوت معلوم نہ ہوتی تھیں ان سے از سر نو وزن کیا تو ستر ۷۰ جو پچیس ۲۵ رتی کے برابر اور سو جو پوری چھتیس ۳۶ رتی کے برابر نکلے۔ پھر اس وزن میں بھی

مختلف طریقوں سے تولا اور دوسروں سے تلوایا گیا تو یہی وزن برابر آتا ہی رہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ درہم (جس کی مقدار شرعی ستر ۷۰ جو ہے) تین ماشہ ایک رتی کا اور مثقال (جس کی مقدار سو ۱۰۰ جو ہے) پورے ساڑھے چار ماشہ کا ہے۔ اور یہی وزن ہے جو جمہور علماء ہندستان اور اکابر دہلی نے مقرر فرمایا ہے صرف درھم کے وزن میں ایک کے پانچویں حصہ کی کمی ہمارے حساب میں رہی سو ظاہر ہے کہ یہ کمی غیر محسوس ہو سکتی ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا پوری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک درہم تین ماشہ ایک رتی اور ایک رتی کا پانچواں حصہ ہے، ایک دینار چار ماشہ چار رتی کا ہے۔

اس کی تائید حضرت نواب قطب الدین صاحب دہلوی (م ۱۲۵۴ ہجری) شارح مشکوۃ نے مظاہر حق میں بھی کی ہے، فرماتے ہیں: درہم تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے۔ [٤٤]

نیز مصباح المنیر فصل سادس میں ہے کہ ہمارے ملک میں غیر مسلموں سے جو درہم بطور جزیہ لئے جاتے تھے اور ان پر درہم شرعی لکھا ہوا تھا، ہم نے انکا وزن کیا تو تین ماشہ اور آٹھواں حصہ ماشہ اور پانچواں حصہ رتی کا پایا۔ [٤٥]

درہم اور دینار میں ۱۰/۷ سات بٹہ دس کی نسبت پائی جانی ضروری ہے، چنانچہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے جو وزن بیان کیا ہے اس میں وہ نسبت پائی جاتی ہے۔

ایک درہم = ۳٫۰۶۱۸ × ۱۰ = ۳۰٫۶۱۸
ایک دینار = ۴٫۳۷۴ × ۷ = ۳۰٫۶۱۸

فقہاء کے کلام کا خلاصہ:

ایک دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے، اور ایک قیراط پانچ جو کا، لھذا ایک دینار سو جو کا ہوا، اور سو جو ساڑھے چار ماشہ کا ہے۔ ایک ماشہ ۹۷۲/ ملی گرام کا ہوتا ہے تو چار ماشہ = تین گرام آٹھ سو اٹھاسی ۸۸۸/۳/ ملی گرام کا ہوا۔ اور آدھا ماشہ = ٤٨٦/ ملی گرام، تو مجموعہ ساڑھے چار ماشہ کا :٣٧٤/٤/ چار گرام تین سو چوہتر ملی گرام ہوا۔

ایک دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے، اور ایک قیراط پانچ جو۔ سو جو = ایک دینار۔ بیس قیراط = ساڑھے چار ماشہ = ۹۷۲/ ملی گرام۔ چار ماشہ = ۳٫۸۸۸/ گرام۔ آدھا ماشہ = ۴۸۶/ ملی گرام۔ مجموعہ ساڑھے چار ماشہ = ۴٫۳۷۴۔

درہم چودہ قیراط کا، اور ایک قیراط پانچ جو کا۔ ایک درہم = ستر (۷۰) جو کا، اور ستر (۷۰) جو تین ماشہ ایک رتی، اور ایک رتی کے پانچواں حصہ کا ہے۔

ایک درہم = چودہ قیراط۔ ایک قیراط = پانچ جو۔ ایک درہم = ستر (۷۰) جو = تین ماشہ ایک رتی۔

ایک ماشہ = ۹۷۲ / ملی گرام تین ماشہ = ۲/ گرام +۲/۱ = ۱۲۱/ رتی۔ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا = ۳/ میکرو ملی گرام ۲۴/ ملی گرام۔ مجموعہ: ۳٫۰۶۱٫۸۔

ایک درہم = تین گرام اکسٹھ ملی گرام، اور آٹھ میکرو ملی گرام کا ہوتا ہے۔ لہذا درہم و دینار کو ہی اصل اور بنیاد بنا کر اس پوری کتاب میں حساب کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالی۔

علماء نے صاع اور رطل کا وزن چند طریقوں سے معلوم کیا ہے

پہلا طریقہ بذریعہ مثقال:

المن وزن مائتين وسبعة و خمسين درهما وسبع درهم وبالمثقال مأة وثمانون مثقالا ۔ ایک من ۷/۱-۲۵۷/ درہم کا ہے اور مثقال سے: ۱۸۰/ مثقال ×۴ = ۷۲۰/۔

ایک رطل ۹۰/ مثقال ×۸ = ۷۲۰ مثقال ہوا۔ ایک مثقال ۴٫۳۷۴ × ۷۲۰ = ۳٫۱۴۹٫۲۸۰/ کا ایک صاع ہوا۔

دوسرا طریقہ بذریعہ درہم:

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: الصاع المعتبر ما يسع ألفا وأربعين درهما۔ وہ صاع جس کا اعتبار کیا جاتا ہے اس میں ۱۰۴۰/ درہم سماتے ہیں۔ اور ایک درہم = ۳٫۰۶۱٫۸ × ۱۰۴۰ = ۳٫۱۸۴٫۲۷۲/ کا ایک صاع ہوتا ہے۔

مثقال اور درہم کے وزن میں: ۳۴٫۹۹۲/ چونتیس گرام نو سو بانوے ملی گرام کا فرق آتا ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے، اور ایک رطل کا حساب صاحب در المختار نے ایک سو تیس درہم ذکر کیا ہے۔ ۱۳۰٫ × ۸ = ۱۰۴۰/ درہم ہوتے ہیں۔

لیکن علامہ شامیؒ نے کتاب الطہارت میں رطل کا وزن ۱۳۰/ سے کم بتایا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے

ہیں: کل رطل مأة وثمانية وعشرون درهما ، وأربعة أسباع درهم [٤٦]۔ ایک رطل ۱۲۸ر درہم اور ایک درہم کے سات بٹہ چار کا ہے۔

امام لغت محمد بن یوسف کاتب خورزی (م ۳۸۷ ہجری) لکھتے ہیں: کل رطل مأة وثمانية وعشرون درهما۔ ایک رطل ۱۲۸ر درہم کا ہے۔

تبیین الحقائق کے حاشیہ میں ہے: قال في الغاية : ورطل البغدادي مأة وثمانية وعشرون درهما ، وأربعة أسباع درهم ، وقيل مأة وثمانية وعشرون درهما ، وقيل مأة وثلاثون درهما ، قال النووي : الأول أصح[٤٧]

غایۃ میں ہے: بغدادی رطل ۱۲۸ر درہم اور ایک درہم کے سات بٹہ چار کا ہے۔ بعض نے کہا ۱۲۸ر درہم کا اور بعض نے کہا، ۱۳۰ر درہم کا۔ اور علامہ نوویؒ نے فرمایا: پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

صاحب المغرب ناصر الدین المطرزی (م ۶۱۰ ھ) جنکا حوالہ کثرت کے ساتھ علامہ شامی، ابن نجیم اور ابن الہمام دیتے ہیں، جنکی لغت کا مقام فقہ حنفی میں وہی ہے جو المصباح المنیر کا مقام فقہ شافعی میں ہے۔ اس میں ان کلمات کی تشریح کی جاتی ہے جو کلمات علماء حنفیہ کی کتابوں میں آتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ان الرطل بالكسر والفتح لغة نصف منا۔ وعن الأصمعي هو بالكسر الذي يوزن به أو يكال به ، قال ابو عبيد : وزنه مأة درهم وثمانية وعشرون درهما[٤٨]

رطل زیر اور زبر دونوں کے ساتھ آتا ہے جسکے معنی نصف من کے ہیں۔ اور اصمعیؒ سے منقول ہیکہ رطل زیر کے ساتھ ہے، رطل کہا جاتا ہے ایسی چیز کو جس سے وزن کیا جاتا ہے یا ناپا جاتا ہے۔ ابوعبیدؒ کہتے ہیں کہ رطل کا وزن ۱۲۸ر ایک سو اٹھائیس درہم ہے۔

صاحب تبیین الحقائق اور قاسم بن سلام نے جو وزن رطل بیان کیا ہے اسمیں (۰۲ء۳۱۲ء۱) ایک گرام تین سو بارہ ملی گرام کا فرق ہے۔ اربعۃ اسباع کو اغلب یہ ہے کہ انہوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔

ایک جگہ علامہ ابن نجیمؒ رطل بغدادی کا وزن ذکر فرماتے ہیں: ومنهم من رفع الخلاف بينهم فإن أبا يوسف لما حوزه وجده خمسة وثلثا برطل أهل المدينة وهو اكبر من رطل أهل بغداد لانه ثلاثون استارا ، والبغدادي عشرون استارا۔[٤٩]

بعض حضرات نے ان کے مابین اختلاف کو اس طرح رفع کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے جب صاع کو ناپا تو اہل مدینہ کے رطل سے ناپا، وہ پانچ رطل اور تہائی رطل کا تھا، اور وہ بغدادیوں کے رطل سے بڑا ہے۔ کیوں کہ اہل مدینہ کا رطل بیس استار کا ہوتا ہے، اور بغدادی رطل بیس استار کا ہوتا ہے۔

اور ایک استار ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے۔مثقال =۴٫۳۷۴×۴٫۵=۶۸۳ء۱۹؍گرام،
استار×۲۰=۶۶۶ء۳۹۳؍رطل ×۸=۲۸۰ء۱۴۹ء۳؍تین کلوایک سوانچاس گرام دوسواسی ملی گرام کا ایک صاع ہوتا ہے۔بحرالرائق کی اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایک رطل ۱۲۸؍درہم اور سات بٹہ چار درہم کا ہے۔

علامہ احمد بن محمد الفیومی (م ۷۷۰ ہجری) لکھتے ہیں: وعلى هذا فالرطل تسعون مثقالا وهى مأة درهم وثمانية وعشرون درهما واربعة اسباع درهم والجمع ارطال[۵۰]

اس سے معلوم ہوا کہ رطل ۹۰؍مثقال کا ہوتا ہے اور وہ ۱۲۸؍درہم اور درہم کے سات بٹہ چار کا، اس کی جمع ارطال آتی ہے۔وہ جو صاحب درالمختار نے دررالبحار سے نقل کیا ہے کہ ایک صاع ۱۰۴۰؍درہم کا ہے۔وہ تقریبی وزن ہے، واللہ اعلم۔

اس پوری تحقیق سے یہی ثابت کرنا ہے کہ صاع کا وزن مثقال سے کیا جائے یا درہم سے کیا جائے سب برابر ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔مثقال اور درہم سے صاع کا وزن کرتے ہوئے جو تین تولہ=۹۹۲ء۳۴؍چونتیس گرام نوسو بانوے ملی گرام کا فرق ہوتا ہے وہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ رطل کو ایک سو تیس درہم کا شمار کیا گیا ہے جبکہ مذکورہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ ایک رطل ایک سو اٹھائیس درہم اور ایک درہم کے سات بٹہ چار کا ہوتا ہے۔

تیسرا طریقہ بذریعہ مد:

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: اعلم ان الصاع اربعة امداد ۔صاع چار مد کا ہوتا ہے۔قال الإمام ابو الفتح ناصر الدين المطرزى : المد ربع صاع [۵۱]۔ امام ناصر الدین مطرزی نے فرمایا: مد ربع صاع کا ہے۔

ابن منظور لکھتے ہیں: والمد فى الاصل ربع صاع وقيل ان اصل المد مقدر بان يمد الرجل يديه فى ملء كفيه طعاما۔[۵۲]۔ مد اصل میں ربع صاع کا ہے، اور کہا گیا کہ مد یہ ہے کہ آدمی دونوں ہتھیلیوں میں کھانے کی چیز بھرے اور ان کو پھیلا دے۔

مختار الصحاح میں ہے: المد مكيال وهو رطل وثلث عند اهل الحجاز ورطلان عند اهل العراق[۵۳]۔ایک مد پیمانہ ہے وہ ایک رطل اور تہائی رطل کا ہے اور دو رطل کا ہے۔

الجوہری نے لکھا ہے: المد بالضم مکیال وھو رطل وثلث عند اھل الحجاز ورطلان عند اھل العراق والصاع اربعة امداد [٥٤]۔ مد پیمانہ ہے وہ ایک رطل اور تہائی رطل کا ہے اہل حجاز کے نزدیک اور دو رطل کا ہے عراقیوں کے نزدیک، اور صاع چار مد کا ہوتا ہے۔

امام لغت محمد یوسف خوارزمی (م ۳۸۷) مفاتیح العلوم میں رقم طراز ہیں: الصاع أربعة امداد عند اھل المدينة وثمانية ارطال عند اھل العراق ۔[٥٥] اہل مدینہ کے پاس صاع چار مد کا ہوتا ہے، اور آٹھ رطل کا ایک صاع عراق والوں کے پاس ہوتا ہے۔

محقق علماء نے مد کا وزن رطل سے ہی بیان کیا ہے، یا ربع صاع کہنے پر اکتفاء کیا ہے، علامہ شامیؒ نے جو ۲۶۰/ درہم بیان کیا ہے وہ صاحب درر البحار کی اتباع میں کیا ہے۔ ایک رطل =۶۶۰ء۳۹۳×۲=۸۷/گرام کا ایک مد ہوتا ہے اسکو ۴×=۲۸۰ء۱۴۹۹ء۳/تین کلو ایک سو انچاس گرام دو سو اسی ملی گرام ایک صاع کا وزن ہوا۔ یہ وہ وزن ہے جو درہم اور مثقال سے نکلا تھا۔

چوتھا طریقہ بذریعہ استار

استار کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: والإستار بكسر الهمزة بالدرهم ستةونصف وبالمثقال اربعة ونصف كذا في در ر البحار[٥٦]۔ استار ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ساڑھے چھ درہم کا ہوتا ہے اور مثقال سے ساڑھے چار مثقال کا ہے۔

صاحب درر البحار کے اس قول میں نظر ہے، کیونکہ فقہاء کرام نے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے کہ سات دینار کا وزن دس درہم کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔ اس صورت میں یہ بات نہیں پائی جاتی، کیونکہ ساڑھے چھ درہم کا وزن: ۸ء۰۱۶ء۳×۵ء۶=۹۰۱۷ء۱۹/گرام ہے۔

جب کہ ساڑھے چار مثقال کا وزن: ۴ء۳۷۴×۵ء۴=۶۸۳ء۱۹/گرام ہوتا ہے۔ ضروری یہ تھا کہ دونوں میں ایک ملی گرام کا فرق بھی نہ آئے، اسلئے اب استار کی تحقیق کرنے کی ضرورت پڑی۔ علامہ شامیؒ نے صاحب درر البحار کے قول سے اتفاق نہیں کیا ہے جیسا کہ آگے آئیگا، ان شاء اللہ تعالی۔ علماء لغت نے استار کا وزن ساڑھے چار مثقال ہی ذکر کیا ہے، کسی نے بھی ہماری جستجو کے مطابق ساڑھے چھ درہم نہیں بیان کیا ہے۔

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: والإستار ایضا وزن أربعة مثاقیل ونصف والجمع اساتیر [۵۷] استار بھی ساڑھے چار مثقال کا ھوتا ہے، اسکی جمع اساتیر آتی ہے۔

علامہ احمد بن محمد الفیومی (۷۷۰) لکھتے ہیں: الاستار اربعة مثاقیل ونصف مثقال [۵۸]۔ استار ساڑھے چار مثقال کا ھوتا ہے۔

نوٹ: حضرت مفتی شفیع صاحبؒ جس مصباح المنیر کا حوالہ دیتے ہیں وہ سندھ کے ایک عالم ہیں جنکا نام شیخ محمد قاسم سندھی ہے۔

محمد ابوبکر بن عبدالقادر الرازی (م۶۶۶) صاحب مختار الصحاح فرماتے ہیں: والاستار بالکسر فی العدد اربعة، والاستار ایضا وزن اربعة مثاقیل ونصف [۵۹] استار جب عدد میں بولا جائے تو چار کا عدد مقصود ہوتا ہے، اور وزن پر بولا جائے تو ساڑھے چار مثقال کا ھوتا ہے۔

ابو طاہر محمد فیروز آبادی (م۸۱۷) صاحب القاموس المحیط لکھتے ہیں: والاستار بالکسر فی العدد اربعة وفی الزنة اربعة مثاقیل ونصف [۶۰] استار کسرہ کے ساتھ جب عدد میں بولا جائے تو چار کا عدد مقصود ہوتا ہے، اور وزن پر بولا جائے تو ساڑھے چار مثقال کا ھوتا ہے۔ اسماعیل بن حماد الجوہری فرماتے ہیں: والاستار ایضا وزن اربعة مثاقیل ونصف والجمع اساتیر [۶۱] استار بھی ساڑھے چار مثقال کا ھوتا ہے، اسکی جمع اساتیر آتی ہے۔

شرح وقایہ میں ہے: ونصف صاع من العراقی فهومنوان، علی أن المن أربعون إستارا والإستار أربعة مثاقیل ونصف مثقال فالمن ماة وثمانون مثقالا [۶۲] نصف من عراقی دو من کا ہو تا ہے، ایک من چالیس استار کا ہوتا ہے اور ایک استار ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے، اور ایک من ایک سو اسی مثقال کا ہوتا ہے۔

علامہ شامیؒ نے تحریر فرمایا ہے: والإستار بالأرطال جزء من ثلاثین جزء من الرطل المدینة وجزء من عشرین جزء امن الرطل العراقی [۶۳] ۔اور استار کا حساب رطل سے کیا جائے تو رطل مدینہ کے استار کا تیسواں حصہ اور رطل عراقی کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔

رطل عراقی = ۳۹۳،۶۶۰÷۲۰=۱۹،۶۸۳ لہذا استار کا وزن ساڑھے چھ درہم کہنا درست نہیں ہے۔ استار کو مثقال ہی سے وزن کرنا چاہئے، لہذا ایک صاع کا وزن استار سے بھی = ۳،۱۴۹،۲۸۰ رتین کلو ایک سو انچاس گرام دو سو اسی ملی گرام ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

صاع نبوی ﷺ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال

شمار	اصحاب اقوال	ملی گرام	گرام	کلو
۱	المیزان فی الأقیسة والأوزان	-	۱۷۶	۲
۲	حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی	-	۲۱۰	۲
۳	ہیئة کبار العلماء سعودی عرب	-	-	۳
۴	حاشیة الموسوعة الفقهیة کویت	۸	۵۲	۳
۵	حضرت مفتی شفیع صاحب	۲۸۰	۱۴۹	۳
۶	دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم	۲۸۰	۱۴۹	۳
۷	شیخ عبداللہ المنیع	۸	۲۹۶	۳
شمار	ماء مقطر	میکرو ملی لٹر	ملی لٹر	لٹر
۱	معجم لغة الفقهاء	-	۳۶۲	۳
۲	شیخ عبداللہ المنیع	۳۰	۱۲۷	۴
۳	مفتی رشید احمد دامت برکاتہم مؤلف احسن الفتاوی	-	۸۸	۵

میں نے اپنی پوری کتاب میں وزن کے سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر حساب کی بنیاد رکھی ہے۔ اور لٹر کے سلسلہ میں شیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع کا قول اختیار کیا ہے۔

الرطل

قال الإمام أبو الفتح ناصر الدين : إن الرطل بالكسر والفتح لغة نصف نصفا ، وعن الأصمعي: هو بالكسر الذي يوزن به أويكال به ، قال أبو عبيد : وزنه مائة درهم وثمانية وعشرون درهما [٦٤]۔ امام ابوالفتح ناصرالدینؒ نے فرمایا کہ رطل زیر اور زبر دونوں کے ساتھ آتا ہے جسکا معنیٰ ہے آدھا آدھا۔اور اصمعیؒ سے منقول ہے کہ رطل زیر کے ساتھ ہے۔ایسی چیز کو جس سے وزن کیا جاتا ہے یا ناپا جاتا ہے اس پر بولا جاتا ہے۔ابوعبیدؒ کہتے ہیں کہ رطل کا وزن ۱۲۸ ایک سو اٹھائیس درہم ہے۔رِطلٌ ،رَطلٌ ،راء کے کسرہ اور فتح کے ساتھ لیکن راء کے کسرہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے،اسکی جمع ارطال آتی ہے،رطل سے تولا بھی جاتا تھا اور ناپا بھی جاتا تھا۔رطل بغدادی کا دوسرا نام رطل عراقی ہے۔

رطل کی کئی قسمیں ہیں :

۱	رطل شامی	۴۸۰	درہم کے وزن کے برابر
۲	رطل قدسی	۸۰۰	درہم کے وزن کے برابر
۳	رطل حلبی	۷۰۰	درہم کے وزن کے برابر
۴	رطل مصری	۱۴۴	درہم کے وزن کے برابر
۵	رطل بغدادی	۱۲۸/ ۴/۷، ۱۲۸/ ۱۳۰	درہم کے وزن کے برابر

فقہاء کرام جب رطل کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے رطل بغدادی ہی مراد ہوتا ہے۔المصباح المنیر کے مؤلف فیومی نے لکھا ہے:قال الفقهاء وإذا أطلق الرطل فى الفروع فالمراد به رطل بغداد[٦٥]۔ فقہاء نے کہا ہے فروع میں جب رطل بولا جائے تو اس سے بغداد کا رطل مراد ہوتا ہے۔

صاع کی بحث میں تفصیل سے درہم اور دینار کا وزن تحقیقی طور پر بیان ہو چکا ہے،اب درہم کو اصل بنا کر تمام پیمانوں کی تفصیل بیان کی جائیگی۔

ابن الرفعۃ الانصاری نے لکھا ہے۔نعم اختلف النقلة فى الرطل البغدادى فقيل إنه مائة وثمانية وعشرون درهما وقيل :مائة وثمانية وعشرون درهما و اربعة اسباع درهم،وقيل:مائة وثلاثون درهما[٦٦]۔

بغدادی رطل کے سلسلہ میں ناقلین کا اختلاف:

بعض حضرات نے کہا وہ ۱۲۸/درہم کا ہے، اور بعض نے ۴/۷، ۱۲۸/اور چار بٹہ سات، اور بعضوں نے کہا ایک سوتیں درہم کا ہے۔

ابوعبید القاسم بن سلام کہتے ہیں ۔فقد فسرنا ما فی الصاع من السنن وهو كما أعلمتك خمسة أرطال وثلث وذلك برطلنا هذا الذى وزنه مائة درهم و ثمانية وعشرون درهما[٦٧]۔

صاع کے متعلق جو مرویات ہیں اسکی تفصیل ہم نے تم کو بتلادیں کہ وہ پانچ رطل اور ایک ثلث رطل کا ہے اور مد اسکا چوتھائی کا ہے، اسکی مقدار ایک رطل اور تہائی رطل ہے، اور وہ ہمارے رطل کے موافق ہے جسکا وزن ۱۲۸/درہم ہے۔

الموسوعۃ الفقہیہ کویتیہ میں ہے:الرطل البغدادی عند الحنفية مائة وثلاثون درهما، نقله ابن عابدين والكمال بن الهمام ونقل ابن عابدين فى مكان آخر أن الرطل أقل من ذلك فقال كل رطل مائة وثمانية وعشرون درهما واربعة اسباع درهم[٦٨]۔ رطل بغدادی حنفیہ کے نزدیک ۱۳۰/درہم کا ہے اور اسکو ابن عابدین شامی اور ابن ہمام نے نقل کیا ہے ایک جگہ علامہ شامی نے اسکی مقدار اس سے کم لکھی ہے، چنانچہ انھوں نے ۴/۷۔۱۲۸/بتائی ہے۔

وذهب المالكية الى ان الرطل وهو البغدادى عند الاطلاق مائة وثمانية وعشرون درهما[٦٩]۔مالکیہ کی رائے یہ ہیکہ رطل سے مراد بغدادی رطل ہے اور وہ ۱۲۸درہم کا ہے۔

وقال المحلى والرطل البغدادى مائة وثلاثون درهما فيما جزم به الرافعى ، قال النووى الاصح ان الرطل مائة وثمانية وعشرون درهما واربعة اسباع درهم ،وقيل بلا اسباع،وقيل ثلاثون،والله اعلم[٧٠]۔ محلی نے کہا ہے کہ رطل بغدادی ۱۳۰/درہم کا ہوتا ہے جیسا کہ رافعی نے یقینی طور پر کہا اور علامہ نووی نے کہا ہے صحیح قول یہ ہیکہ رطل بغدادی ایک سو اٹھائیس درہم ۴/۷/کا ہوتا ہے، اور بعض نے کہا بغیر سبع کے، اور بعض نے کہا ۱۳۰/درہم کا، واللہ اعلم۔

وذهب الحنابلة الى ان الرطل العراقى مائة وعشرون درهما واربعة اسباع درهم الا ابن قدامة نص بعد ما ذكر فقال هكذا كان قديما ثم انهم زادوا فيه مثقالا فجعلوه واحدا

وتسعين مثقالا وكمل به مائة وثلاثون درهما[۷۱]۔ حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ رطل عراقی ۱۲۸ر درہم اور ۲/۷ر کا ہوتا ہے، مگر علامہ ابن قدامہ نے اس قول کو ذکر کرنے کے بعد کہا کہ پہلے ایسے ہی تھا پھر فقہاء نے اسمیں ایک مثقال کا اضافہ کیا اور اسکو ۹۱ر مثقال بنادیا، اور اس سے ۱۳۰ر درہم مکمل ہوئے۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے: ویقدر الرطل البغدادی بالموازین الحدیثۃ ۳۸۱/۶/ غراما [۷۲]۔ بغدادی رطل کا وزن نئے وزن سے ۳۸۱ر گرام اور ۶ر ملی گرام ہے۔

صاع کی تحقیق میں گذر چکا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ایک رطل = ۳۹۳ر گرام ۶۶۰ر ملی گرام کا ہے

ایک صاع = ۲۸۰ء۳۱۴۹ء۳ ÷ ۸ = ۶۶ء۳۹۳ر تین سو ترانوے گرام چھیاسٹھ ملی گرام ایک رطل ہوگا۔
ایک لٹر = ۳۰ء۴۱۲۷ء۴ ÷ ۸ = ۹۱۲ء۵۱۵ر پانچ سو پندرہ ملی گرام نوسو بارہ میکرو ملی گرام ایک رطل (لٹر)

المُدُّ

عن طلحۃ البصریؓ قال: کان من قدم المدینۃ فکان له بها عریف نزل علی عریفه، ومن لم یکن له عریف نزل الصفة فکنت فیمن نزل الصفة فوافقت رجلین، کان یجری علینا فی کل یوم مد من تمر من رسول الله ﷺ[۷۳]۔ حضرت طلحہ بصریؓ سے مروی ہے کہ جو شخص مدینۃ المنورۃ آتا تھا، اور اس کے جاننے والے وہاں موجود ہوتے تو وہ ان کا مہمان بن جاتا، اور جسکا کوئی جاننے والا نہ ہوتا تو وہ صفہ میں ٹھہر جاتا، میں ان لوگوں میں سے تھا جو صفہ میں رہتے تھے، دو آدمی میرے ساتھ تھے، ہم دونوں کو رسول اللہ ﷺ کی کھجوروں میں سے روزانہ ایک مد کھجوریں دی جاتی تھیں۔

صاحب المغرب فرماتے ہیں: المد ربع الصاع وفی خطبة عبادة بن الصامتؓ ألا والحنطة بالحنطة مدین بمدین خطأ وانما الصواب مدی بمدی[۷٤]۔ مد چوتھائی صاع کا ہوتا ہے حضرت عبادۃ بن صامتؓ کی تقریر میں یہ لفظ ہے: سنو گیہوں کے عوض گیہوں دو مد کے عوض دو مد، غلط ہے، وہ مدی بمدی ہے مد نہیں ہے۔

علامہ فیروز آبادیؒ فرماتے ہیں: والمد بالضم مكيال وهو رطلان أو رطل وثلث أو ملأ كفي الإنسان المعتدل إذا ملأهما ومد يده بهما وبه سمي مدا وقد جربت ذلك فوجدته صحيحا (ج) أمداد مددة[٧٥]۔ مد ضمہ کے ساتھ ہے وہ دو رطل کا ایک پیمانہ ہے، یا ایک رطل اور ثلث کا، یا معتدل انسان کی دو بھری ہوئی ہتھیلیاں جب انکو بھرے، پھر انکو پھیلائے اسی وجہ سے اسکو مد کہتے ہیں، میں نے اسکا تجربہ کیا اسکو صحیح پایا، اسکی جمع امداد اور مِدَدَۃ آتی ہے۔

علامہ ابن الاثیر بھی یہی لکھتے ہیں: وقد تكرر ذكر المد بالضم في الحديث وهو رطل وثلث بالعراقي عند الشافعيؒ وأهل الحجاز وهو رطلان عند ابي حنيفةؒ وأهل العراق[٧٦]۔ مد کا تذکرہ حدیث میں بار بار آیا ہے اور وہ ضمہ کے ساتھ ہے امام شافعیؒ اور حجازیوں کے پاس عراقی ایک رطل اور ثلث کا ہوتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور اہل عراق کے پاس دو رطل کا۔

فقہاء کا اتفاق ہے کہ ربع صاع کا ایک مد ہوتا ہے، لیکن آگے چلکر اسمیں اختلاف ہوگیا کہ ایک مد کتنے رطل کا ہوتا ہے، جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ مد ایک رطل اور ثلث رطل عراقی کا ہوتا ہے، حنفیہ کی رائے یہ ہیکہ مد دو رطل عراقی کا ہوتا ہے، مد شامی: دو صاع کا ہوتا ہے یعنی شرعی آٹھ مد کا، فقہاء جب مد کا اطلاق کریں تو اس سے وہی مد مراد ہوتا ہے، جو ربع صاع کا ہو۔

مد کی مقدار میں مختلف اقوال:

۱- دو رطل، ۲- ایک رطل اور ایک ثلث، ۳- یا معتدل انسان کی بھری ہوئی دو ہتھیلیاں جبکہ اسکو بھرے اور اپنے ہاتھ میں اس شئ کو رکھ کر پھیلادے۔

حنفیہ کے نزدیک: مد دو رطل کا ہوتا ہے، اور صاع چار مد کا ہوتا ہے۔

اور ایک صاع: ۲۸۰،۱۴۹۰۳÷۴=۳۲۰،۸۷ / مد (سات سو ستاسی گرام تین سو بیس ملی گرام)
ایک صاع لٹر=۳۰، ۴۱۲۷÷۴=۸۲۵،۰۳۱ ا / مد (ایک لٹر اکتیس ملی لٹر اور آٹھ سو پچیس میکرو ملی لٹر)

العَرَق

إن أبا هريرةؓ قـال بيـنـما نحن جلوس عند النبي: ﷺ إذ جاء ه رجل فقال يا رسول الـلـه ﷺ ! هلكت ، قال : مالك ؟ قال وقعت على امرأة وأنا صائم فقال رسول اللهؐ: هل تجد رقبة تـعتقها ؟ قال : لا قال : فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين ؟ قال : لا ، قال فهل تجد إطـعام ستين مسكينا ؟ قال لا ، قال فمكث النبي ﷺ بيننا نحن على ذلك اتى النبي ﷺ بعرق فيهـا تـمر، والعرق المكتل [۷۷]۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص آئے انہوں نے کہا: میں ہلاک ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنی بیوی سے روزے کی حالت میں صحبت کرلی ہے، آپ نے معلوم کیا کہ کیا آزاد کرنے کے واسطے تمہارے پاس غلام ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم مسلسل دوماہ روزہ رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے کہا، نہیں ۔آپ نے فرمایا کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا، نہیں۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ٹھہرے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ٹوکرا لایا گیا، جس میں ایک عرق کھجور تھے۔عرق مکتل کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن الاثیر فرماتے ہیں: "انـه أتـي بـعـرق مـن تـمـر "هـو زبيل منسوج من نسايج الـخـوص، وكل شيء مضفور فهو عَرَق ،وعَرَقة بفتح الراء فيهما.[۷۸]۔ آپ ﷺ کی خدمت میں کھجور کی ایک ٹوکری لائیگی جو کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی، ہر بنی ہوئی چیز عرق اور عرقۃ کہلائیگی.عین اور راء کے فتحہ کے ساتھ۔

علامہ فیروزآبادیؒ لکھتے ہیں:الـعـرق:السفيفة المنسوجة من الخوص قبل أن يجعل منه الـزنبيـل أو الـزنبيـل نـفـسـه ، وفـي حاشية القاموس :قوله:والسفيفة عبارة المصباح : والعَرَق بـفـتـحتيـن ضـفـيرة تنسج من خوص وهو المكتل الزنبيل ، ويقال إنه يسع خمسة عشر صاعا .وهو اكبر من الفرق ،الآتي الذي يسع ثلاثة آصع أو ستة عشر رطلا[۷۹] ۔ عرق کھجور کے پتے سے بنی ہوئی چیز ہے قبل اسکے کہ وہ ٹوکرا بنے ،یا وہ خود ٹوکرا ہے۔القاموس کے حاشیہ میں ہے: عرق دونوں کے فتح کے ساتھ ٹوکری ہے جسکو کھجور کے پتوں سے بنا جائے،اسی کا نام مکتل اور زنبیل ہے،اور کہا جاتا ہے

کہ اسمیں پندرہ رطل سماتے ہیں، وہ فرق سے بڑا ہے جسکا تذکرہ آنے والا ہے: جسمیں تین صاع آتے ہیں، یا سولہ رطل۔ خشک چیزیں اس سے ناپی جاتی ہیں، وہ پندرہ صاع کی ہوتی ہے۔

آنحضور ﷺ نے آپ کے پاس آنے والے صحابی کو ایک عرق کھجور دی۔ مسلم شریف کی روایت میں عرقا کا لفظ ہے، عرق کو عموما اہل لغات نے پندرہ صاع کا بتلایا ہے۔ خود علماء فقہاء حنفیہ نے بھی پندرہ صاع کا قول نقل کیا ہے۔ علامہ ابن الہمام جو بڑے اہتمام کے ساتھ علامہ مطرزی کا قول نقل کرتے ہیں انہوں نے بھی اس موقعہ پر ان کا قول نقل نہیں کیا ہے۔

صاحب المغرب نے لکھا ہے جنکا قول اس باب میں حجت ہے: العرق بفتحتين مكتل عظيم من خوص النخل يسعه ثلاثون صاعا وقيل خمسة عشر صاعا[۸۰] عین اور راء کے فتح کے ساتھ عرق ایک بڑا ٹوکرا ہے جو کھجور کے پتے سے بنایا جاتا ہے، اسمیں تیس صاع سماتے ہیں۔ بعض نے کہا پندرہ۔

صاحب القاموس المحیط اور لسان العرب نے اسکی مقدار نہیں بیان کی ہے۔ صرف اس پر اکتفاء کیا ہے کہ عرق کھجور کے پتہ سے بنا ہوا ٹوکرا ہے۔

صاحب المصباح المنیر نے جو شافعی ہیں اس کو پندرہ صاع بتایا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے فقہاء حنفیہ نے عرق کے سلسلہ میں شوافع کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ تیس صاع کا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:

روزے کے کفارہ میں ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو نصف صاع دینا حنفیہ کے نزدیک ضروری ہے۔

ایک صاع: ۳،۱۴۹،۲۸۰×۳۰=۹۴،۴۷۸،۴=عرق (چورانوے کلو چارسواٹھتر گرام چار میکرو گرام)
ایک صاع لٹر=۴،۱۲۷،۳۰×۳۰=۱۲۳،۸۲۹=عرق (ایک سو تیئس لٹر آٹھ سو انتیس ملی لٹر)

الفَرْقُ

أن كعب بن عجرة حدثه قال وقف علىَّ رسول الله ﷺ بالحديبية ورأسي يتهافت قملا ، فقال : أيؤذيك هو امك ؟ قلت نعم ، قال : فاحلق قال : في نزلت هذه الاية فمن كان منكم مريضا او به أذى من رأسه إلى آخرها ، فقال النبي ﷺ صم ثلاثة ايام او تصدق بفرق بين ستة او انسك مما تيسر[٨١]۔ حضرت کعب بن عجرہؓ نے بیان کیا کہ حدیبیہ میں میرے پاس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے، میرے سر سے جوئیں گر رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا یہ جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سر مونڈھ دو، حضرت کعبؓ فرماتے ہیں، میرے ہی متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ تم میں جو بیمار ہو یا اسکے سر میں تکلیف ہو آخری آیت تک۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین روزے رکھو یا ایک فرق چھ مسکینوں کو صدقہ کردو یا جو میسر ہو اسکو ذبح کردو۔

اس کے بعد والی حدیث میں ہے: أو أطعم ستة مساكين لكل مسكين نصف صاع [۸۲]۔ یا چھ مسکینوں کو کھلاؤ اور ہر ایک مسکین کو نصف صاع۔

بخاری شریف کی ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔

ابوالفتح ناصرالدین المطرزي لکھتے ہیں: الفرق بفتحتين اناء يأخذ ستة عشر رطلا وذلك ثلاثة أصوع على قول أبي يوسفؒ هكذا في التهذيب عن ثعلب و خالد بن يزيد [۸۳] فرق دونوں کے فتح کے ساتھ ایک برتن کا نام ہے جس میں سولہ رطل آتے ہیں اور وہ تین صاع ہیں، امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق، التہذیب میں ثعلب اور خالد بن یزید سے یہی منقول ہے۔

علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں: والفرق الطريق في شعر الرأس ،وطائر، والكتان،ومكيال بالمدينة، يسع ثلثة آصع ،ويحرك أو هو أفصح أو يسع ستة عشر رطلا(ج)فرقان كبطنان.[٨٤]۔ فرق بالوں کی مانگ ہے یا پرندہ اور ریشہ جس سے کپڑا بنا جائے، اور وہ مدینہ منورہ کا ایک پیمانہ ہے جس میں تین صاع آتے ہیں راکے فتحہ کے ساتھ بھی آتا ہے یا وہی فصیح ہے یا اسمیں سولہ رطل آتے ہیں۔ اسکی جمع فرقان آتی ہے بطنان کی طرح۔

علامہ ابن الاثیر فرماتے ہیں: في حديث عائشةؓ أنه كان يغتسل من إناء يقال له الفرق الفرق بالتحريك مكيال يسع ستة عشر رطلا ،وهي إثنا عشر مدا أو ثلثة آصع عند أهل الحجاز وقيل الفرق خمسة أقساط والقسط نصف صاع ،فأما الفرق بالسكون فمائة وعشرون رطلا [۸۵]۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے آپ ﷺ ایسے برتن سے غسل فرمایا کرتے تھے جسکو فرق کہتے ہیں فرق راء کے فتحہ کے ساتھ ایک پیمانہ ہے جسمیں سولہ رطل آتے ہیں اور وہ بارہ مد ہیں، یا تین صاع اہل حجاز کے پاس اور بعض نے کہا فرق پانچ قسطوں کا ہوتا ہے اور قسط آدھے صاع کا فرق سکون کے ساتھ ایک سوبیس رطل کا ہوتا ہے۔

فرق کے متعلق علامہ ابن الھمامؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے: الفرق بتحريك الراء عند أهل اللغة،وأهل الحديث يسكنونها وهو مكيال معروف هو ستة عشر رطلا[۸۶]۔ فرق راء کے فتح کے ساتھ ہے اہل لغت کے پاس، اور راء کے سکون کے ساتھ ہے محدثین کے پاس، اور وہ ایک مشہور پیمانہ ہے اور وہ سولہ رطل کا ہوتا ہے۔

صاحب عنایہ لکھتے ہیں: الفرق بفتحتين ،إناء يأخذ ستة عشر رطلا وذلك ثلاثة أصوع،نقله صاحب المغرب في التهذيب عن ثعلب وخالد بن يزيد[۸۷]۔ فرق دونوں کے فتح کے ساتھ ہے وہ ایک برتن ہے جسمیں ۱۶ر سولہ رطل آتے ہیں اور وہ تین صاع ہے، جسکو صاحب المغرب نے التہذیب میں ثعلب اور خالد بن یزید سے نقل کیا ہے۔

قال الأزهري:والمحدثون على السكون وكلام العرب على التحريك وفي الصحاح انفرق مكيال معروف بالمدينة وهو ستة عشر رطلا ،قال:وقد يحرك،ثم قال المطرزي:قلت وفي نوادر هشام عن محمد رحمهما الله الفرق ستة وثلاثون رطلا،ولم احد فيما عندی من أصول اللغة.[۸۸]۔ ازہری نے کہا: محدثین اس لفظ کو سکون کے ساتھ پڑھتے ہیں جبکہ عرب کا کلام اس کے فتح کے ساتھ ہے، صحاح میں ہے فرق مدینہ کا ایک مشہور پیمانہ ہے اور وہ ۱۶ر سولہ رطل کا ہوتا ہے، اور کبھی اسکو فتح بھی دیا جاتا ہے، پھر مطرزی نے کہا: نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے نقل کیا ہے کہ فرق ۳۶ر رطل کا ہوتا ہے، لیکن میرے پاس لغت کے جو مراجع واصول ہیں انمیں میں نے نہیں پایا ہے۔

علامہ فیروز آبادی کا قول واضح ہے: کہ ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔ اور یہ بخاری شریف کی حدیث سے بھی ثابت ہو چکا ہے لیکن شبہ یہ ہوتا ہے کہ علامہ ابن الہمام اور صاحب عنایہ نے فرق کو سولہ رطل کیوں بتلایا ہے حالانکہ صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ علامہ ابن الہمام نے اہل حجاز کے سولہ رطل مراد لئے ہوں۔اور حجازیوں کے نزدیک ایک صاع پانچ رطل اور ثلث کا ہوتا ہے،اس حساب سے سولہ رطل کے تین صاع یعنی ایک فرق ہو گیا ۔ابوالفتح ناصرالدین المطرزي نے علی قول ابی یوسف کہکر غالباً اسی کی طرف اشارہ کیا ہے.

یہ بات یاد رہے کہ اہل حجاز کا رطل بڑا ہوتا ہے اور عراقیوں کا چھوٹا۔لہذا اخیر میں صاع دونوں کے یہاں برابر ہو جاتا ہے۔

ایک صاع:۲۸۰ء۱۴۹ء۳×۳=۸۴۰ء۴۴۷ء۹/(نوکلو چار سو سینتالیس گرام،آٹھ سو چالیس ملی گرام)ایک فرق
ایک صاع لٹر=۳۰ء۱۲۷ء۴×۳=۹۰ء۳۸۱ء۱۲/(بارہ لٹر تین سو اکیاسی ملی لٹر،نوے میکرو ملی لٹر)ایک فرق

القَدَحُ

عن ابن عباسؓ قال :كان لرسول الله ﷺ قدح من قوارير يشرب فيه [۸۹]۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کانچ کا ایک کٹورا تھا جس سے آپ ﷺ پانی نوش فرماتے تھے۔

علامہ ابن منظور نے لکھا ہے:القدح من الآنية بالتحريك واحد الأقداح التي للشرب معروف ،قال ابو عبيد:يروي الرجلين وليس لذلك وقت[۹۰]۔ قدح حرکت کے ساتھ اقداح کا مفرد ہے جو پینے کا معروف برتن ہے،ابوعبید نے کہا:وہ دو آدمیوں کو سیراب کرتا ہے،اسمیں کوئی حد متعین نہیں ہے۔

صاحب قاموس المحیط اور المغرب نے اس کا کوئی وزن نہیں بتایا ہے۔البتہ الموسوعۃ الفقہیۃ میں علامہ شربیني صاحب مغنی المحتاج سے نقل کیا ہے:كل خمسة عشر مد سبعة اقداح [۹۱]۔ پندرہ(۱۵)مد کے سات(۷)قدح ہوتے ہیں۔

ایک صاع:۲۸۰ء۱۴۹ء۳÷۴=۳۲۰ء۷۸۷/ایک مد×۱۵=۸ء۸۰۹ء۱۱÷۷=۱۱۴ء۶۸۷ء۱/ (ایک کلو چھ سو ستاسی گرام ملی گرام ایک سو چودہ میکرو ملی گرام)ایک قدح
ایک صاع لٹر=۳۰ء۱۲۷ء۴÷۴=۸۲۵ء۰۳۱ء۱۱ایک مد×۱۵=۳۷۵ء۴۷۷ء۱۵÷۷=۰۵۳ء۲۱۱ء۲/ (دو لٹر دو سو گیارہ ملی لٹر ترپن میکرو ملی لٹر)ایک قدح

القِرْبَةُ

بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: لما ثقل النبي ﷺ واشتد به وجعه استأذن أزواجه في أن يمرض في بيتي فأذن له فخرج بين رجلين تخط رجلاه في الارض ، بين عباس ورجل آخر قال عبيد الله فاخبرني عبد الله بن عباس فقال أتدري من الرجل الاخر ؟ قلت لا قال : هو علي بن ابي طالبؓ وكانت عائشةؓ تحدث ان النبي ﷺ قال بعد ما دخل بيته واشتد وجعه اهرقوا على من سبع قرب لم تحلل او كيتهن لعلي اعهد الى الناس۔ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کا درد بڑھ گیا تو آپ نے اپنے بیویوں سے اجازت چاہی کہ میرے گھر میں تیمار داری ہو، انہوں نے اجازت دیدی۔ تو آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے نکلے، اور آپ کے دونوں پاؤں سے زمین میں لکیر بن رہی تھی، ایک طرف حضرت عباسؓ اور دوسری طرف ایک دوسرے شخص تھے، عبید اللہ نے بتایا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ دوسرے شخص کون تھے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپؓ نے فرمایا: وہ حضرت علیؓ ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے گھر میں داخل ہونے اور درد بڑھ جانے کے بعد فرمایا: مجھ پر سات مشکیں پانی بہاؤ، جن کے منہ نہ کھولے گئے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میں لوگوں کو حکم کردوں۔

علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں: والقربة بالكسر الوطب من اللبن وقد تكون للماء او هي المخروجة من جانب واحد [۹۲]۔ قربہ کسرہ کے ساتھ دودھ کی مشک ہے کبھی پانی کی مشک پر بولی جاتی ہے یا وہ ایسی مشک ہے جسکی ایک جانب سوراخ ہو۔

علامہ مطرزی فرماتے ہیں: وقدر الشافعي القلتين بخمس قرب واصحابه بخمس مائة رطل وزنا كل قربة مائة رطل [۹۳]۔ امام شافعیؒ نے قلتین کو پانچ مشکوں کے ساتھ اور آپ کے اصحاب نے پانچ سو رطل وزن کے ساتھ متعین فرمایا ہے ایک قربہ سو رطل کا۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: القربة عند الاطلاق مأة رطل بدليل أن القلتين خمس قرب وهي خمس مأة رطل [۹٤]۔ قربہ جب بولا جائے تو اس سے سو رطل والی مشک مراد ہوتی ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ دو قلہ پانچ مشک کے ہوتے ہیں اور وہ پانچ سو رطل کے۔

معجم لغت الفقہاء کے مؤلفین لکھتے ہیں: القربة مكيال سعته أربعون صاع =٦٨،٤٨ / لترا [۹۵]۔ قربہ (مشک) ایک پیمانہ ہے جس میں چالیس صاع آتے ہیں وہ اڑسٹھ لٹر اور اڑتالیس ملی لٹر کا ہوتا ہے۔

صفحہ ۴۵۰ / پر معجم والے لکھتے ہیں: القربة أربعون صاعا بالغرام عند الجمهور ٦٨،٤٨ / ماء وعند الحنفية ٦٨،٤٨ / ماء باللتر : ٦٨،٤٨ عند الجمهور وعند الحنفية

۶۸۴۸۔ قربہ کے متعلق معجم لغت الفقہاء نے جو بات لکھی ہے وہ محل نظر ہے، کیونکہ چالیس صاع کا یہ وزن نہ جمہور کے پاس ہے نہ حنفیہ کے پاس، کیونکہ انہی کی تحقیق کے مطابق ایک صاع جمہور کے نزدیک: ۲،۱۷۲×۴۰=۸۶،۸۸/ کا ایک قربہ ہوتا ہے ایک صاع لٹر کے حساب سے: ۲،۷۴۸×۴۰=۱۰۹،۹۲/ لٹر کے۔

حنفیہ کے پاس ایک صاع جیسا کہ انکی تحقیق ہے: ۳،۲۶۱۵×۴۰=۱۳۰،۴۶/ کلو۔ صاع لٹر: ۳،۳۶۲×۴۰=۱۳۴،۴۸/ لٹر۔

لہذا مذکورہ بالا دونوں حساب غلط ہیں۔ کیونکہ علامہ ابن قدامہ اور علامہ مطرزی دونوں میں سے کسی نے ایک قربہ کا وزن چالیس صاع نہیں بتلایا ہے۔

صاحب معجم لغۃ الفقہاء کے قول کو استاذ ڈاکٹر احمد الحجی الکردی نے اپنی بحث المقادیر الشرعیۃ المکائیل والموازین میں جو مجلۃ الشریعۃ والدراسۃ الاسلامیۃ کویت ۲۷/رمضان ۱۴۲۲ ہجری میں اسی طرح نقل کردیا ہے جو غلط ہے۔

ایک صاع: ۳،۱۴۹،۲۸۰÷۸=۳۹۳،۶۶/ رطل ×۱۰۰=۳۹،۳۶۶/ (انتالیس کلو تین سو چھیاسٹھ گرام) ایک قربہ
ایک صاع لٹر=۴،۱۲۷،۳۰÷۸=۵۱۵،۹۱۲/ رطل ×۱۰۰=۵۱،۵۹۱،۲/ (اکاون لٹر پانچ سو اکانوے ملی لٹر، دو میکرو ملی لٹر) قربہ پانی

القسط

حدثتني عائشةؓ وبيننا وبينها حجاب قالت: كنت أغتسل أنا و حبيبي ﷺ من إناء واحد۔ قال: وأشارت إلى إناء في البيت قدر الفرق قال: والفرق ستة أقساط

[۹۶] حضرت عائشہؓ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ فرمایا: میں اور میرے حبیب ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے، راوی کہتے ہیں: انہوں نے گھر میں موجود ایک برتن کی طرف اشارہ کیا جو فرق کے برابر تھا، راوی کہتے ہیں: فرق چھ قسطوں کا ہوتا ہے۔

علامہ ناصر الدین المطرزی تحریر فرماتے ہیں: القسط فی المکائیل وهو نصف صاع [۹۷]۔ قسط ایک پیمانہ ہے جو نصف صاع کا ہوتا ہے۔

علامہ ابن الاثیر فرماتے ہیں: القسط نصف الصاع وأصله من القسط النصيب.[۹۸] قسط وہ پیمانہ ہے جسمیں نصف صاع آتا ہے۔

علامہ ابن المنظور نے لکھا ہے: القسط: مكيال وهو نصف صاع، والفرق: ستة أقساط، المبرد: القسط أربع مائة وأحد وثمانون درهما، وفي الحديث: إن النساء من أسفه السفهاء إلا صاحبة القسط والسراج، القسط نصف الصاع وأصله من القسط النصيب وأراد به ههنا الإناء الذي توضئه فيه لأنه أراد إلا التي تخدم بعلها وتقوم بأمورها في وضوئه وسراجه.[۹۹] قسط وہ پیمانہ ہے جو نصف صاع کا ہوتا ہے اور فرق چھ قسطوں کا ہوتا ہے، مبرد نے کہا: قسط ۴۸۱ ردرہم کا ہوتا ہے، حدیث میں ہے عورتیں بیوقوفوں میں سب سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں مگر قسط اور چراغ والی، قسط نصف صاع کا ہوتا ہے اسکی اصل القسط ہے حصہ قسط وہ برتن ہے جس سے وضو کراتی ہے گویا کہ آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے جو عورت اپنے خاوند کی خدمت کرے اور وضو اور چراغ وغیرہ کی دیکھ ریکھ رکھے، وہ ایسی نہیں ہے۔

ایک صاع: ۲۸۰ء۲۱۴۹ء۲÷۲=۶۴ء۴۵۷۴ء۱ر(ایک کلو، پانچ سو چوہتر ملی گرام، چونسٹھ میکرو ملی گرام) قسط
ایک صاع لٹر=۳۰ء۴۱۲۷ء۲÷۲=۶۵ء۰۶۳ء۲ر(دو لٹر، تریسٹھ ملی لٹر، پینسٹھ میکرو ملی لٹر) قسط

القَفِیْزُ

ابو عبید القاسم بن سلام نے الأموال میں لکھا ہے: ووضع عمرؓ على أهل السواد على كل جريب عامر وغابر درهما وقفيزا.[۱۰۰] حضرت عمرؓ نے دیہات والوں پر ہر ایک وادی خواہ آباد ہو یا غیر آباد ایک درہم اور ایک قفیز متعین کیا۔

علامہ ابن منظور نے لکھا ہے: والقفيز من المكاييل معروف وهو ثمانية مكاكيك عند أهل العراق وهو من الأرض قدر مائة وأربع وأربعين ذراعا، وقيل مكيال تواضع الناس

علیہ.[۱۰۱]۔ قفیز مشہور پیمانہ ہے عراقیوں کے پاس وہ آٹھ مکوک کا ہوتا ہے، اور جب زمین کے ناپنے میں بولا جائے تو تو اس سے مراد ۱۴۴/ ایک سو چوالیس ذراع ہیں، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ ایسا پیمانہ ہے جسکی مقدار لوگ اپنے ماحول کے مطابق متعین کر لیتے ہیں۔

علامہ ابن الاثیر نے فرمایا: القفيز مكيال يتواضع الناس عليه، وهو عند أهل العراق ثمانية مكاكيك.[۱۰۲]۔ قفیز ایک پیمانہ ہے جسکی تعیین لوگ خود کرتے ہیں وہ عراقیوں کے نزدیک آٹھ مکوک کا ہوتا ہے۔ علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں: ان القفيز ثمانية مكاكيك [۱۰۳] ۔قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے۔

قفیز کی ایک قسم، قفیز ھاشمی بھی ہے، لیکن وہ ایک صاع کا ہوتا ہے۔ علامہ شامیؒ نے تحریر فرمایا: إن القفيز الهاشمي صاع واحد وهو القفيز الذى ورد عن عمر بن الخطابؓ كما في الهداية وهو ثمانية أرطال أو أربعة أمناء، وهو صاع رسول الله ﷺ وينسب الى الحجاج فيقال: صاع حجاجي لأن الحجاج أخرجه بعد ما فقد.[۱۰۴]۔ قفیز ھاشمی ایک صاع کا ہوتا ہے اور وہی قفیز ہے جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے: جیسا کہ ھدایہ میں ہے اور وہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے، یا چار من کا اور وہی رسول اللہ ﷺ کا صاع ہے، اور حجاج کی طرف منسوب ہو کر صاع حجاجی کہلاتا ہے کیونکہ حجاج نے اسکو تلاش کیا اور عام کیا۔

شیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع نے اپنی بحث میں تحریر کیا ہے کہ مشہور یہ ہیکہ ایک قفیز: ۸۷/ کلو اور ۳۵۰/ گرام کا ہوتا ہے۔

علامہ ناصر الدین المطرزی نے لکھا ہے: فالقفيز عشرة اعشراء وهی خمسة وعشرون رطلا [۱۰۵]۔ جریب کے دسواں حصہ قفیز ہوتا ہے۔ اور پچیس رطل کا تسلیم کیا جائے تو اسکا وزن: ۹،۸۴۱،۵/ نو کلو آٹھ سو اکتالیس گرام پانچ میکرو ملی گرام کا ہوتا ہے۔ لیکن میں نے اس جگہ علامہ ابن الہمام کے قول کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ بہت سے متقدمین کے قول ان کی تائید میں ہیں۔ سعودی عرب میں فتویٰ اس پر ہے کہ ایک قفیز: ۱۰۸/ ایک سو آٹھ کلو کا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

معجم لغۃ الفقہاء میں بھی لکھا ہے: القفيز الشرعی : ۱۲/ صاعا = ۸/ مكوكا۔ قفیز شرعی بارہ صاع یا آٹھ مکوک کا ہوتا ہے۔

ایک صاع: ۳،۱۴۹،۲۸۰×۱۲=۳۶،۹۱،۷،۳۷/ (سینتیس کلو، سات سو اکانوے گرام، چھتیس ملی گرام) کا قفیز
ایک صاع لٹر= ۴،۱۲۷،۳۰×۱۲=۶،۵۲۷،۴۹/ (انچاس کلو، پانچ سو ستائیس گرام، چھ میکرو ملی لٹر) لٹر کا قفیز

القُلّة

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ إذا بلغ الماء قلتين لم ينجسه شيء[١٠٦]۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو قلہ ہو جائے تو کوئی شئی اسکو نجس نہیں کرتی ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے فرمایا: هجر قرية قريبة من المدينة وليست هجر البحرين و كانت تعمل بها القلال تأخذ الواحدة منها مزادة من الماء ، سميت قلة لأنها تقل أي ترفع وتحمل [١٠٧]

ہجر مدینہ کے قریب ایک دیہات ہے البحرین کا ہجر مراد نہیں ہے، وہاں گھڑے بنائے جاتے تھے ان میں سے ایک گھڑا پانی کی ایک مشک کو سمو لیتا تھا، اسکو قلہ اس لئے کہا گیا کہ وہ اٹھایا جا سکتا تھا۔

علامہ ابن منظورؒ نے لکھا ہے: والقلة الحب العظيم وقيل الجرة العظيمة ،وقيل الجرة عامة،وقيل الكوز الصغير والجمع قلل ،وقلال،وقيل هو إناء للعرب كالجرة الكبيرة.[١٠٨]۔ قلہ: بڑا مٹکا ہے اور بعض نے کہا بڑا گھڑا ہے، بعض نے کہا کوئی بھی گھڑا ہو، اور بعض نے کہا: وہ چھوٹا کوزہ ہے، اسکی جمع قلل اور قلال آتی ہے، بعض نے کہا: وہ عربوں کا ایک برتن ہے بڑے گھڑے کی طرح۔

قال الفيروزآبادی:القلة بالضم أعلى الرأس والسنام والجبل أو كل شيء والحب العظيم،او الجرة العظيمة او عامة من الفخار.[١٠٩]۔ فیروزآبادی نے کہا: قلہ ضمہ کے ساتھ سر کی اونچائی اور کوہان اور پہاڑ کے اوپر کا حصہ، اور بڑا مٹکا یا بڑا گھڑا یا کوئی بھی گھڑا، جو مٹی سے بنا ہو۔

اصطلاح فقہاء میں قلہ متعینہ حجم کی مقدار کا معیار ہے، حنفیہ شافعیہ، حنابلہ اس بات کے قائل ہیں کہ قلہ (۲۵۰) دو سو پچاس رطل کا ہوتا ہے۔

علامہ مطرزی فرماتے ہیں: وقدر الشافعیؒ القلتين بخمس قرب وأصحابه بخمس مائة رطل وزنا ، كل قربة مائة رطل [١١٠] امام شافعیؒ نے قلتین کو پانچ مشکوں کے ساتھ متعین فرمایا ہے اور ان کے اصحاب نے پانچ سو رطل وزن کے ساتھ۔ ایک قربہ سو رطل کا۔

ایک صاع: ۲۸۰،۱۳۹،۳÷۸=۲۶،۳۹۳ رطل×۲۵۰=۲۱۵،۹۸ قلہ
ایک صاع لٹر: ۳۰،۱۲۷،۴÷۸=۹۱۲۵،۵۱۵،۰ رطل×۲۵۰=۱۲۵،۹۷۸،۱۲۸ (ایک سو اٹھائیس لٹر، نو سو اٹھتر ملی لٹر ایک سو پچیس میکرو ملی لٹر) قلہ پانی

ده درده پانی کا وزن اور مقدار:

علامہ شامیؒ نے ماء کثیر دہ دردہ کو وزن کے اعتبار سے بھی بتلایا ہے: ووزن ذلك الماء بالقلا سبع عشرة قلة وثلث خمس قلة.[١١١]۔ دہ دردہ پانی کا وزن قلہ کے اعتبار سے سترہ قلے ہیں۔ اور ایک قلہ کا پانچ حصہ کا تہائی حصہ ہے۔

ایک صاع: ۳،۱۴۹،۲۸۰÷۸=۳۹۳،۶۶۰/رطل ×۲۵۰=۹۸،۴۱۵/ایک قلہ ×۱۷ = ۱۶۷۳،۰۵۵/ایک ہزار چھ سو تہتر کلو اور پچپن ملی گرام قلہ کے حساب سے دہ دردہ پانی کا وزن ہے۔

ایک صاع لٹر= ۴،۱۲۷،۳۰÷۸=۰،۵۱۵،۹۱۲،۵/رطل ×۲۵۰=۱۲۸،۹۷۸،۱۲۰/ایک قلہ ×۱۷=۲۱۹۲،۶۲۸/لٹر ایک قلہ=۱۲۸،۹۷۸،۱۲۰÷۵=۲۵،۷۹۵،۶۲۴÷۳=۸،۵۹۸،۵۴۱ مجموعہ: ۲۲۰۱،۲۲۶ (دو ہزار دو سو ایک لٹر، دو سو چھبیس ملی لٹر پانی دہ دردہ پانی کی مقدار ہے۔

الكُرُّ

علامہ مطرزی فرماتے ہیں: الكر مكيال لأهل العراق وجمعه أكرار ، قال الأزهري: الكر ستون قفيزا ، والقفيز ثمانية مكاكيك ، والمكوك صاع ونصف ، وهو ثلاث كيلجات ، قال وهو من هذا الحساب اثنا عشر وسقا وكل وسق ستون صاعا [١١٢]۔،، کر،،عراقیوں کا پیمانہ تھا،اسکی جمع ،،اکرار،، آتی ہے۔علامہ ازھری نے کہا: کہ کر ساٹھ قفیز کا ہوتا ہے اور ایک قفیز آٹھ مکوک کا اور ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا تو ''کر'' اس حساب سے بارہ وسق کا ہوا ایک وسق بارہ صاع کا۔

علامہ ابن الاثیر رقم طراز ہیں:وقال الأزهري الكر ستون قفيزا والقفيز ثمانية مكاكيك والمكوك صاع ونصف فهو على هذا الحساب اثنا عشر وسقا وكل وسق ستون صاعا.[١١٣]۔ علامہ ازھری نے کہا: کہ کر ساٹھ قفیز کا ہوتا ہے اور ایک قفیز آٹھ مکوک کا اور ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا تو،، کر،، اس حساب سے بارہ وسق کا ہوا ایک وسق بارہ صاع کا۔

علامہ ابن الھمام ؒ نے فرمایا ہے:هو ستون قفيزا أو أربعون على خلاف فيه.[١١٤] کر حسب اختلاف:ساٹھ قفیز کا ہوتا ہے یا چالیس قفیز کا۔

علامہ ابن منظور ؒ لکھتے ہیں:الكر مكيال لاهل العراق ، وفي حديث ابن سيرين:إذا بلغ الماء كرا لم يحمل نجسا[١١٥]

ایک روایت میں ہے:إذا كان الماء قدر كر لم يحمل القذر. جب پانی ایک کر کی مقدار میں ہو تو گندگی کو نہیں اٹھاتا ہے۔ کــــــر :عراقیوں کا ایک پیمانہ ہے،اور علامہ ابن سیرین کی حدیث میں ہے:جب پانی ایک کر کو پہونچ جائے تو نجاست کو نہیں اٹھاتا ہے۔

الكر : ست أوقار حمار وهو عند أهل العراق ستون قفيزا۔ قال أبو منصور : الكر ستون قفيزا ,والقفيز ثمانية مكاكيك والمكوك صاع ونصف، وثلاثة كيلجات.[١١٦] گدھے کے چھ بوجھ کو کر کہتے ہیں 'اور وہ عراقیوں کے نزدیک ساٹھ قفیز کا ہوتا ہے ،ابو منصور نے کہا: کر ساٹھ قفیز کا ہوتا ہے،اور ایک قفیز آٹھ مکوک کا،اور ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا،اور وہ تین کیلجات کا ہوتا ہے۔

اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ کر ساٹھ قفیز کا ہوتا ہے،علامہ ابن الہمام نے چالیس قفیز کا قول بھی نقل کیا ہے۔

ایک صاع: ۲۸۰ء۱۴۹ء۳×۱۲=۳۶ء۷۹۱ء۳۷/ایک قفیز ×۶۰=۶ء۲۸۱ء۲۲۶۷/کر
ایک صاع لٹر=۳۰ء۱۲۷ء۴×۱۲=۶ء۵۲۷ء۴۹/ایک قفیز پانی ×۶۰=۶۵۶ء۲۹۷۱/کر پانی

الكَيْلَجَة

کیلجة کاف کے کسرہ اور لام کے فتح کے ساتھ،عراقیوں کا ایک پیمانہ ہے،اسکی جمع کیلجات اور کیالج آتی ہے۔

ناصرالدین المطرزیؒ فرماتے ہیں: المكوك صاع ونصف ، وهو ثلاث كيلجات [١١٧]۔ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا،اور وہ مکوک تین کیلجات کا ہے۔

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: المكوك صاع ونصف ، وثلاث كيلجات [١١٨] ۔ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا،اور مکوک تین کیلجات کا ہے۔

صاحب معجم لغۃ الفقہاء نے لکھا ہے:الكيلجة مكيال سعته نصف صاع [١١٩]۔ کیلجہ ایک پیمانہ ہے جس میں آدھے صاع کی گنجائش ہوتی ہے۔

ایک صاع=۲۸۰ء۱۴۹ء۳÷۲=۶۴ء۵۷۴ء۱/کیلجہ
ایک صاع لٹر=۳۰ء۱۲۷ء۴÷۲=۶۵ء۰۶۳ء۲ کیلجہ پانی

الوَسْق

عن ابی سعید الخدریؓ قال:قال رسول اللہ ﷺ الوسق ستون

صاعا[۱۲۰] حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک وسق ساٹھ صاع کا ہے۔

وسق: واو کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، لیکن فتح کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، اسکی جمع: اوساق، اوسق، وسوق آتی ہے۔

علامہ ابن منظور فرماتے ہیں: الوَسق والوِسق : مكيلة معروفة . وقيل هو حمل بعير، وستون صاعا بصاع النبي ﷺ ـ وفي التهذيب : الوسق بالفتح ستون صاعا وهو ثلاث مائة وعشرون رطلا عند أهل الحجاز، وأربع مائة وثمانون رطلا عند أهل العراق، على اختلافهم في مقدار الصاع والمد، والأصل في الوسق الحمل، قال عطاء : في قوله خمسة أوسق : هي ثلاث مائة صاع وكذلك قال الحسن وابن المسيب.[۱۲۱]

وَسق اور وِسق ایک معروف پیمانہ ہے، کہا گیا کہ وہ ایک اونٹ کی بوجھ کی مقدار ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کے صاع سے، ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ اور التھذیب میں ہے: الوسق فتح کے ساتھ ساٹھ صاع کا ہے اور اہل حجاز کے پاس تین سو بیس رطل کا، اور عراقیوں کے پاس چار سو اسی رطل کا ہے، صاع اور مد میں ان کے مابین اختلاف ہے اسی وجہ سے اسمیں بھی اختلاف ہے، اصل وسق کے معنی بوجھ کے ہیں، حضرت عطاء نے آپ ﷺ کے ارشاد: خمسة أوسق کی تشریح میں فرمایا: وہ تین سو صاع کا ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصری اور سعید بن المسیب سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

فقہاء متفق ہیں کہ وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، لیکن صاع کے اختلاف کی وجہ سے اسکی مقدار میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ زمین کی پیداوار کے سلسلہ میں جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ جب تک پانچ وسق نہ ہوجائے اسمیں زکوۃ واجب نہیں ہے، البتہ احناف کا اسمیں اختلاف ہے ان کے پاس زمین کی پیداوار میں قلیل وکثیر سب پر زکوۃ واجب ہے، اسمیں کوئی نصاب نہیں ہے۔

ایک صاع=۳،۱۴۹،۲۸۰×۶۰=۱۸۸،۹۵۶،۸/ایک وسق
ایک صاع لٹر=۴،۱۲۷،۳۰×۶۰=۲۴۷،۶۳۸/ایک وسق

اَلمَكُّوك

نسائی شریف میں ہے:كان رسول الله ﷺ يتوضأ بمكوك ، ويغتسل بخمسة مكاكي.[۱۲۲]۔
حضور ﷺ ایک مکوک سے وضوفرمایا کرتے تھےاور پانچ مکوک سے غسل فرمایا کرتے تھے۔

علامہ سیوطیؒ نے زہرالربی میں تحریرفرمایا:بمكوك، بفتح الميم وتشديد الكاف ، قال في النهاية أراد به المد ، وقيل:الصاع والأول أشبه لأنه جاء في حديث آخر مفسرا بالمد ، وأصله اسم المكيال ، ويختلف مقداره باختلاف اصطلاح الناس عليه في البلاد.[۱۲۳] مکوک میم کے فتح اور کاف کی تشدید کے ساتھ ہے نہایہ میں ہے:اس سے مراد"مد" ہےاور بعض لوگوں نے کہا:"صاع" ہے لیکن پہلا قول زیادہ اشبہ ہے، کیونکہ دوسری حدیث میں مکوک کی تفسیر مد سے کی گی ہے،اصل میں وہ ایک پیانہ کا نام ہے، اسکی مقدار میں اختلاف لوگوں اور شہروں کے اختلاف سے ہوتا ہے۔

علامہ مطرزیؒ فرماتے ہیں: والمكوك صاع و نصف صاع [۱۲٤] مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے۔

علامہ ابن منظور نے لکھا ہے:المكوك طاس يشرب به وفي الحكم طاس يشرب فيه ، أعلاه ضيق ووسطه واسع والمكوك مكيال معروف لأهل العراق ، والجمع مكاكيك ، ومكاكي۔ وهو صاع ونصف ، وهو ثلاث كيلجات.[۱۲۵] مکوک ایک کٹورہ ہےاس سے پانی پیا جاتا ہے،الحکم میں ہے وہ ایک کٹورہ ہے جسکے اوپر کا حصہ تنگ ،اور اسکا وسط کشادہ ہوتا ہے،اور مکوک عراقیوں کاایک مشہور پیانہ ہے،اسکی جمع مکاکیک اور مکاکي آتی ہے،وہ ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے،اور وہ تین کیلجات کا ہے۔

مکوک لغت میں: پانی پینے کا برتن ہے۔اسکی جمع مکاکیک آتی ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں ڈیڑھ صاع کا ایک مکوک ہوتا ہے۔

علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں: المكوك كتنور طاس يشرب به ومكيال يسع صاعا ونصفا او نصف رطل الى ثمان اواق او نصف الويبة والويبة اثنان وعشرون او اربع وعشرون مدا بمد النبي ﷺ او ثلاث كيلجات ، والكيلجات : منا وسبعة ثمان منا ـ والمنا : رطلان

والرطل : اثنتا عشرة اوقية ـ والاوقية : استار و ثلثا استار ـ والاستار اربعة مثاقيل ونصف والمثقال درهم وثلاثة أسباع درهم ـ والدرهم ستة دوانق ـ والدانق : قيراطان ـ والقيراط طسوجان ـ والطسوج حبتان ـ والحبة سدس ثمن درهم وهو جزء من ثمانية واربعين جزء ا من الدرهم [١٢٦]۔ مکوک تنور کی طرح ہے۔وہ ایک کٹورہ ہے جس سے پانی پیا جاتا ہے اور ایک پیمانہ ہے جس میں ڈیڑھ صاع کی گنجائش ہے یا آدھے رطل کی آٹھ اوقیہ تک یا نصف ویبہ کی۔ویبہ: بائیس یا چوبیس مد کا ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کے مد سے یا تین کیلجہ کا۔اور ایک کیلجہ: ایک من۔اور من کے آٹھ حصوں میں سے سات حصوں کا ہوتا ہے۔اور المنا: دو رطل کا ہوتا ہے۔اور رطل بارہ اوقیہ کا۔اور اوقیہ ایک استار اور دو تہائی استار کا ہوتا ہے۔اور استار ساڑھے چار مثقال کا۔اور مثقال ایک درہم اور ایک درہم کے سات حصہ میں سے تین کا ۔اور درہم چھ دانق کا۔دانق دو قیراط کا۔اور قیراط: دو طسوج اور دو دانوں کا۔ ایک دانہ: درہم کے آٹھ حصوں کا چھٹا حصہ جو درہم کا اڑتالیس حصوں کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

ایک صاع=٢٨٠،١٤٩،٣×١/٢-١=٩٢٠،٢٢٣،٤/مکوک
ایک صاع لٹر=٣٠،١٢٧،٤×١/٢-١=٩٥،١٩٠،٦/مکوک

المَخْتُوْم

علامہ فیروز آبادیؒ لکھتے ہیں: المختوم الصاع.[١٢٧]۔مختوم صاع ہے۔چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں لکھا ہے: المختوم في اللغة هو الصاع وفي اصطلاح الفقهاء هو الصاع أيضا [١٢٨] مختوم اور صاع ایک ہی ہے،لغت میں بھی اور فقہاء کے پاس بھی،مختوم اسکا نام اسلئے رکھا گیا کیونکہ امراء اور حکام نے اسکے اوپر مہر لگادی تھی تاکہ اس میں کمی یا زیادتی نہ کی جائے.

ایک صاع: ٢٨٠،١٤٩،٣/ایک مختوم
ایک صاع لٹر: ٣٠،١٢٧،٤/ایک مختوم لٹر

المُدْيُ

عن عبادة بن الصامتؓ و كان بدريا و كان بايع النبي ﷺ ان لانخاف في الله لومة لائم،إن عبادة قام خطيبا ،فقال:أيها الناس ! إنكم قد أحدثتم بيوعا لاأدري ما هي آلا إن الذهب بالذهب وزنا بوزن تبرها وعينها وإن الفضة بالفضةوزنا بوزن تبرها وعينها ،ولا بأس يعني ببيع الفضة بالذهب يدا بيد والفضة أكثرهما،ولا يصلح النسيئة ألا إن البر بالبر والشعير بالشعير مديا بمدى،ولا بأس ببيع الشعير بالحنطة يدا بيد والشعير اكثرهما ولا يصلح نسيئة،ألا وإن التمر بالتمر مديا بمدى حتى ذكر الملح ،مديا بمدى ، فمن زاد اوستزاد فقد اربى.[١٢٩]۔

حضرت عبادة بن صامتؓ سے مروی ہے،وہ بدری ہیں،انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی: کہ ہم نہیں ڈریں گے اللہ کے احکامات کو پہونچانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے،حضرت عبادہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ فرمانے لگے:لوگو:تم نے ایسی تجارتیں شروع کردیں ہیں جن کے متعلق میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں؟ سنو:سونے کے عوض سونا وزن میں برابر ہونا چاہئے، کچا ہو یا صاف شدہ ،چاندی کے عوض چاندی برابر ہونی چاہئے،کچی ہو یا صاف شدہ اور کوئی حرج نہیں ہے، چاندی کو سونے کے عوض دست بدست فروخت کرنا اگر چہ چاندی ان میں زائد ہو،ادھار درست نہیں ہے،سنو: گیہوں کے عوض گیہوں اور''جو'' کے عوض جوایک مدی کے عوض ایک مدی،وہ کوئی حرج نہیں ہے جوکو گیہوں کے عوض بیچنا دست بدست اگر''جو''زائد ہو، تو ادھار درست نہیں ہے،سنو: کھجور کے عوض کھجور ایک مدی کے عوض ایک مدی تا آنکہ آپ نے نمک کا تذکرہ کیا،ایک مدی کے عوض ایک مدی،جس نے بڑھایا یا بڑھانے کا مطالبہ کیا اس نے سودی معاملہ کیا۔

ابوالفتح ناصرالدین المطرزي لکھتے ہیں: وفي خطبة عبادةابن صامت الا والحنطة بالحنطة مدين بمدين خطأ وانما الصواب مدى وهو مكيال بالشامي يسع خمسة عشر مكوكا ، والمكوك صاع ونصف صاع [١٣٠]۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی تقریر میں ہے:سنو گیہوں کے عوض گیہوں مدین بمدین غلط ہے،اصل میں مدی بمدي ہے،اوروہ ملک شام کا پیمانہ ہے،جس میں پندرہ مکوک آتے ہیں،اورمکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے۔

علامہ ابن منظورؒ نے لکھا ہے: المدي من المكاييل معروف ، قال ابن الاعرابي هو مكيال ضخم لأهل الشام وأهل مصر والجمع : أمداء . التهذيب : والمدي : مكيال يأخذ جريبا ـ ابن البری نے کہا: المدي مكيال لأهل الشام يقال له الجريب ، يسع خمسة وأربعين رطلا .[١٣١] مدی مشہور پیمانوں میں سے ہے، ابن الاعرابی نے کہا: وہ شامیوں اور مصریوں کا ایک بڑا پیمانہ ہے، اسکی جمع امداء آتی ہے، التھذیب میں ہے، مدی ایک پیمانہ ہے جسمیں ایک جریب آتا ہے، ابن البری نے کہا: مدی شامیوں کا ایک پیمانہ ہے جسکو جریب کہتے ہیں، جسمیں پینتالیس رطل ساتے ہیں۔

علامہ فیروز آبادی نے مدی کے سلسلہ میں صرف اس پر اکتفا کیا: والمدي بالضم مكيال بالشام ومصر وهو غير المد.[١٣٢]۔ مدی ضمہ کے ساتھ شام اور مصر کا ایک پیمانہ ہے نیز وہ مد کے علاوہ دوسرا پیمانہ ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے مدی کی مقدار اس طرح بیان کی ہے: المدي مكيال لأهل الشام يسع خمسة عشر مكوكا والمكوك صاع ونصف وقيل اكثر من ذلك. [١٣٣]۔ مدی شامیوں کا ایک پیمانہ ہے جسمیں پندرہ مکوک آتے ہیں اور ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے بعض نے کہا اس سے زیادہ ہے۔

علامہ مطرزی اور ابن الاثیر کا قول ہے کہ پندرہ مکوک کا ایک مدی ہوتا ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں وہ ایک پیمانہ ہے جو اسلام کے آنے سے قبل مصر اور شام میں مستعمل تھا۔

ایک مکوک=۴،۷۲۳،۹۲۰×۱۵=۷۰،۸۵۸،۸/ایک مدی
ایک مکوک لٹر=۶،۱۹۰،۹۵×۱۵=۹۲،۸۶۴،۲۵/ایک مدی

الاِرْدَبُّ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منعت العراق درهمها وقفيزها ومنعت مصر اردبها وعدتم من حيث بدأتم[١٣٤]۔ عراق نے منع کردیا اپنے درہم اور قفیز کو، اور منع کردیا مصر نے اپنے اردب کو، اور جہاں سے تم نے ابتداء کی تھی اسی جگہ لوٹ آئے۔

علامہ ابن منظورؒ نے لکھا ہے : الاردب مكيال ضخم لأهل مصر قيل يضم اربعة وعشرين صاعا[١٣٥]۔ اردب مصریوں کا ایک بڑا پیمانہ ہے بعض نے کہا: وہ ۲۴ صاع کا ہوتا ہے۔

قال الشيخ أبو محمد بن بري قوله:الإردب مكيال ضخم لأهل مصر ليس بصحيح لأن الإردب لايكال به وانما يكال بالويبة ،والإردب بها ستة ويبات۔ شیخ ابو محمد بن بری نے کہا: اردب کومصریوں کا ایک بڑا پیانہ کہنا درست نہیں کیونکہ اردب سے ناپا نہیں جاتا بلکہ ویبہ سے ناپا جاتا ہے اس حساب سے اردب چھ ویبہ کا ہوتا ہے۔

الأزهري:الإردبُّ مكيال معروف لأهل مصر،يقال إنه يأخذ أربعة وعشرين صاعا من الطعام بصاع النبي ﷺ والقنقل :نصف الأردب ىقال: و الاردب أربعة وستون منا بمن بلدنا.[١٣٦]۔ علامہ ازھری نے لکھاہے: اردب ایک مشہور پیانہ ہے، جومصریوں کا ہے کہا جاتا ہے کہ اسمیں ۲۴/ صاع آتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے صاع سے،اور قنقل آدھے اردب کا ہوتا ہے، کہا: اردب ۶۴/من کا ہوتا ہے ہمارے ملک کے حساب سے۔

اردب کے متعلق علامہ ابوعبید القاسم بن سلام نے اپنی کتاب ''الاموال'' میں ایک واقعہ لکھا ہے: جب حضرت عمرو بن العاص ؓ نے مصر کو فتح کیا تو اعلان کیا جس کے پاس مال ہو وہ اپنا مال ہمارے پاس لیکر آئے راوی کہتے ہیں بہت سا مال آپ کی خدمت میں لایا گیا، اہل صعید (ایک جگہ کا نام ہے) کا جو صدر اور بڑا تھا اسکے پاس بھی آدمی بھیجا، اس نے کہدیا: کہ میرے پاس مال نہیں ہے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسکو قید میں ڈالدیا، اسکے پاس اور ارد گرد رہنے والوں سے معلوم کرتے رہے، کیا تمہارے سامنے وہ کسی کا نام لیتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: کوہ طور پر جو راھب رہتا ہے اسکا نام وہ لیتا ہے، حضرت عمرو بن العاص ؓ نے ایک آدمی کو اس عظیم صعید کے پاس روانہ کیا کہ جاؤ، اور اسکے پاس سے اسکی مہر لیکر آؤ!

پھر رومی زبان میں ایک خط لکھ کر اور اسپر مہر لگوائی اور راھب کے پاس روانہ کردیا! تو اس راھب نے ایک تانبہ کا برتن جس پر سیسہ چڑھا ہوا تھا بھیجا اسمیں لکھا ہوا تھا بیٹا اگر تم اپنا مال چاہتے ہو تو الفسقیۃ کے نیچے کھودو، حضرت عمرو بن العاص ؓ نے کچھ امانت دار لوگوں کو وہاں روانہ کیا اور زمین کھدوائی تو اسمیں سے پچاس اردب دینار نکلے حضرت عمرو بن العاص نے (جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے کی سزا میں) اس قبطی کی گردن ماردی اور اسکو سولی دی۔

اور اسلامی حکومت میں اردب کا استعمال حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانہ سے ہونے لگا تھا۔

ایک صاع=۲۸۰۰۔۱۴۹۔۳×۲۴=۲۰۔۷۵۸۲۔۵۔۷/ایک اردب
ایک صاع لٹر=۳۰۔۷۔۱۲۷۔۴×۲۴=۲۰۔۰۵۵۔۹۹/ایک اردب

الوَيْبَة

قال ابن منظورؒ : الو يبة مكيال معروف.[۱۳۷] ابن منظور نے کہا کہ ویبہ ایک مشہور پیمانہ ہے

قـال الـفيـروز آبـاديؒ : الـو يبة اثنان أو أربعة وعشرون مدا.[۱۳۸] فیروزآبادی نے القاموس المحیط میں لکھا کہ: ویبہ بائیس یا چوبیس مد کا ہوتا ہے۔

علامہ سیوطیؒ سے بعض حضرات نے نقل کیا ہے: أن ويبة الـخـلـيـفة عـمـرؓ في ولاية عمرو بن العاصؓ ستة امداد.[۱۳۹] حضرت عمرؓ کا ویبہ حضرت عمرو بن العاصؓ کی ولایت میں چھ مد کا تھا۔

أحسن التقاسيم میں منقول ہے: الـويبة هـو مـكيال مصرى كان يعادل قديما عشرة أمناء. ویبہ ایک مصری پیمانہ ہے جو پہلے دس من کے برابر ہوتا تھا۔

اہل لغت کے ہاں ویبہ کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ لہذا علامہ فیروزآبادی کے قول کو نقل کیا جاتا ہے۔

ایک صاع: ۳،۱۴۹،۲۸۰÷۴=۷۸۷،۳۲/مد×۲۴=۱۸،۸۹۵،۶۸/(اٹھارہ کلو آٹھ سو پچانوے گرام اڑسٹھ ملی گرام) ایک ویبہ

باب دوم

تولنے کے باٹ

فصل دوم: الاِسْتَار

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: قال أبو سعيد سمعت العرب تقول: للأربعة إستار، لأنه بالفارسية جهار (چار) فأعربوه وقالوا استار،و قال الأزهري :وهذا الوزن الذي يقال له الاستار معرب أيضا، أصله چهار فأعرب فقيل استار ويجمع أساتير، والجوهري: الاستار أيضا وزن أربعة مثاقيل ونصف والجمع الاساتير.[١٤٠] ابوسعید کہتے ہیں: میں نے عربوں سے سنا: چار کے عدد کے لئے استار، کیونکہ وہ فارسی میں چھار ہے، اسکو معرب بنا کر استار کر دیا گیا۔ چنانچہ اَزھری نے کہا: یہ جو استار کہا جاتا ہے یہ بھی معرب ہے اسکی اصل چھار ہے، اسکو معرب کیا گیا، اور استار کہا گیا، اسکی جمع اُساتیر آتی ہے، جوھری نے کہا: استار بھی ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے، اسکی جمع الاساتیر آتی ہے۔

الاستار: لغت میں جب عدد کے سلسلہ میں بولا جاتا ہے تو چار مراد ہوتے ہیں، اور وزن میں بولا جاتا ہے تو ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے۔

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے: الاستار بكسر الهمزة بالدراهم ستة ونصف وبالمثاقيل أربعة ونصف كذا في شرح درر البحار.[١٤١]۔ استار ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ساڑھے چھ درہم کا ہوتا ہے اور مثقال سے ساڑھے چار مثقال کا، شرح درر البحار میں اسی طرح ہے۔ صاع کی بحث میں علامہ شامیؒ کے اس قول پر مفصل کلام ہو چکا ہے کہ استار کا وزن مثقال سے ہوگا درہم سے نہیں۔

ایک مثقال ۴٫۳۷۴x۴-۱/۲=۱۹٫۶۸۳/ (انیس گرام چھ سو تراسی ملی گرام) ایک استار

الأُوْقِيَّة

عن أبي سلمةؓ قال: سألت عائشةؓ زوج النبي ﷺ كم كان صداق رسول الله ﷺ؟ فقالت: كان صداقه لأزواجه ثنتي عشرة أوقية ونشا قالت: أتدرى ما النش؟ قال قلت: لا قالت نصف أوقية[١٤٢]۔ حضرت ابوسلمہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر کتنا تھا؟ انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ نے اپنی

بیویوں کو بارہ اوقیہ اور نش مہر دیا تھا، پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم کو معلوم ہے نش کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا نہیں، حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: آدھا اوقیہ۔

عن أبي سعيد الخدریؓ قال :قال رسول الله ﷺ : من سأل وله قيمة أوقية فقد الحف .[۱۴۳]۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے سوال کیا اور اسکے پاس ایک اوقیہ کی قیمت کے برابر کوئی چیز ہو، اس نے اصرار سے سوال کیا۔

اوقیہ ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ ہے اور یا کی تشدید کے ساتھ ہے اسکی جمع اواق، اواقی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ آتی ہے۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے یا سات مثقال کا۔فقہاء کے پاس بھی ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں:الاوقية افعولة ، فتكون الهمزة زائدة وهي من الوقية التي تفي صاحبها الحاجة [۱۴۴]۔ اوقیہ افعولہ کے وزن پر ہے، اسمیں ہمزہ زائد ہے، اور یہ وقایہ سے مشتق ہے، کیونکہ وہ اس کے مالک کی ضرورت پوری کر دیتا ہے۔

قال محمدبن المكرم بن منظور الافريقي المصري : الأوقية زنة سبعة مثاقيل ، وزنة أربعين درهما ، وقال اللحياني : هي الاوقية وجمعها أواق، والوقية،وهي قليلة،وجمعهاوقايا،وفي حديث النبي ﷺ أنه لم يصدق امرأة من نسائه أكثر من اثنتي عشرة أوقية ، ونش ، فسرها مجاهد ، فقال : الأوقية أربعون درهما،والنش عشرون،وفي حديث آخرمرفوع : ليس فيما دون خمس أواق من الورق صدقة ، قال أبو منصور : خمس أواق مائتا درهم.[۱۴۵] ۔ علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:ایک اوقیہ کاوزن سات مثقال ہے، جو چالیس درہم کاوزن ہوتا ہے،لحیانی نے کہا:اوقیہ کی جمع اواقی ہے،وقیہ کے معنی تھوڑے کے ہیں اسکی جمع وقایا آتی ہے، حدیث میں ہے: آپ ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں دیا، حضرت مجاھد نے اسکی تفسیر بیان کی کہ ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور نش بیس درہم کا اور ایک مرفوع حدیث میں ہے، پانچ اوقیہ سے کم میں زکاۃ نہیں ہے ابومنصور نے کہا: پانچ اوقیہ دوسو درہم کا ہوتا ہے

علامہ مطرزی لکھتے ہیں: الاوقیة بالتشدید أربعون درهما [١٤٦]۔ اوقیہ تشدید کے ساتھ چالیس درہم کو کہتے ہیں۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: والأوقیة أربعون درهما۔ اوقیہ چالس درہم کا ہوتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ المغنی میں فرماتے ہیں: والأوقیة أربعون درهما ۔اوقیہ چالس درہم کا ہوتا ہے۔

درہم: ۳٫۰۶۱۸×۴۰=۱۲۲٫۴۷۲/اوقیہ (ایک سو بائیس گرام چار سو بہتر ملی گرام)

الحَبَّةُ

عن ابی سیعد الخدریؓ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال : یأکل التراب کل شیء من الإنسان الاعجب ذنبه قیل ومثل ماهو یا رسول الله ﷺ قال : مثل حبة خردل منه تنبتون [١٤٧]۔

حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ انسان کا ہر حصہ مٹی کھا لیگی مگر اس کا پچھلا حصہ، پوچھا گیا کہ اے رسول اللہ ﷺ وہ کتنا ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک رائی کے دانہ کے برابر کہ اسی سے تم اٹھائے جاؤ گے۔

حبّۃ کی جمع حبوب، حبا ب، اور حبات آتی ہے، عام طور سے اضافت کے ساتھ وہ مستعمل ہوتا ہے، علماء حنفیہ کا اجماع ہے کہ ایک درہم ستر "جو" حبة الشعیر، اور دینار سو "جو" حبة الشعیر سے مرکب ہوتا ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: وذهب الحنفیة الی ان المثقال مائة حبة الشعیر و الدرهم سبعون حبة.[١٤٨]۔ حنفیہ کے پاس مثقال سو حبّۃ کا، اور درہم ستر حبّۃ کا ہے۔

فقہاء شافعیہ مالکیہ حنابلہ کا اجماع ہے کہ ۷۲/ "جو" کا ایک دینار ہوتا ہے اور درہم ۵۰/۴/ "جو" کا ہوتا ہے۔

یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ علامہ شامیؒ نے قمحة کو ربع قیراط بتایا ہے، ایک قیراط = ۲۱۸٫۷/ ملی گرام کا ہوتا ہے، اس کو اگر ÷۴ = ۵۴٫۶۷۵ = چون ملی گرام چھ سو پچھتر میکرو ملی گرام کا ایک قمحہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر اسکو ×۷۰ = ۳٫۸۲۷۲۵ رتین گرام آٹھ سو اٹھائیس ملی گرام، پچیس میکرو ملی گرام کا ایک درہم ہو جاتا ہے۔

علامہ شامیؒ نے یہ تقریبی وزن ذکر فرمایا ہے ورنہ قیراط پانچ "جو" کا ہوتا ہے جیسا کہ قیراط کے بیان میں گذر چکا: والقيراط خمس شعيرات [١٤٩]۔ یاد رہے کہ متوسط جو متوسط قمحہ کے برابر ہوتے ہیں۔

معجم لغۃ الفقہاء میں لکھا ہے: کہ ایک حبہ ۶۲/ باسٹھ ملی گرام کا ہوتا ہے.
درہم = ۳٫۰۶۱۸ ÷ ۷۰ = ۰۴۳٫۷۴ (تینتالیس ملی گرام اور سینتالیس میکرو ملی گرام کا ایک حبہ ہوتا ہے)

الدرهم

عن علي بن أبي طالبؓ وأبي الدرداءؓ وابي هريرةؓ وابي امامة الباهلي وعبد الله بن عمرو و جابر بن عبد الله وعمران بن حصينؓ كلهم يحدث عن رسول الله ﷺ أنه قال: من أرسل بنفقة في سبيل الله وأقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم ومن غزا بنفسه في سبيل الله وأنفق في وجه ذلك فله بكل درهم سبع مائة الف درهم ثم تلا هذه الاية: والله يضاعف لمن يشاء [١٥٠]۔

حضرت علیؓ، ابودرداءؓ، ابوہریرہؓ ابوامامہؓ، عبداللہ ابن عمرو، جابر ابن عبداللہ، اور عمران ابن حصینؓ یہ سب حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستہ میں ایک درہم بھیجا اور وہ گھر میں ٹھیرا رہا، اس کو ایک درہم کے بدلہ سات سو درہم خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور جو لڑائی کے میدان میں جا کر قتال کرے تو اس کو ایک درہم کے بدلہ سات لاکھ درہم خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضي اللہ عنہ کے زمانہ میں درہم مختلف اوزان کے ہوتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب دیکھا کہ درہم مختلف ہونے سے لوگوں میں نزاع پیدا ہوتا رہتا ہے تو انھوں نے اس نزاع کو دور کرنے کے لئے ہر وزن کا ایک درہم لے کے آگ میں گلوایا، اور انکے تین درم برابر وزن کے بنوائے، اس کے بعد وزن کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر درہم چودہ قیراط کا ہے. پس اس پر تمام صحابہ-رضوان الله عليهم اجمعين- کا اجماع ہو گیا، اور تمام عرب میں یہی درہم رائج ہو گیا، اسی حساب سے تمام شرعی فرائض مثل زکاۃ اور حد سرقہ وغیرہ ادا ہونے لگے۔

علامہ ابن منظورؒ لکھتے ہیں: والدِّرهَمُ ، والدِّرْهِمُ: لغتان فارسي معرب ، فدِرْهَمٌ كهِجْرَعٍ، ودِرْهِمٌ ، بكسر الهاء ، كحِفْرِدٍ.[۱۵۱]

علامہ احمد بن محمد (م ۷۷۰ ہجری) اپنی لغت المصباح المنیر میں لکھتے ہیں: والدرهم ستة دوانق ودانق نصف دينار وخمس وكانت الدراهم في الجاهلية مختلف، فكان بعضها خفافا ، وهي الطبرية ، وكل درهم منها أربعة دوانق و وهي طبرية الشام وبعضها ثقالا كل درهم ثمانية دوانق ، وكانت تسمى العبدية وقيل البغلية نسبة الى ملك يقال له رأس البغل ۔ فجمع الخفيف والثقيل وجعلا درهمين متساويين فجاء كل درهم ستة دوانق[۱۵۲]۔ درہم چھ دانق کا ہوتا ہے۔ اور بعض درہم نصف دینار اور اسکے پانچواں حصہ کے ہوتے تھے۔ بہر حال زمانہ جاہلیت میں درہم مختلف وزن کے ہوتے تھے۔ بعض بالکل ہلکے، جنکو طبری درہم کہا جاتا تھا۔ وہ ایک درہم چار دانق کا ہوتا تھا۔ اور بعض بھاری ہوتا تھا جو آٹھ دانق کا ہوتا تھا۔ اس کا نام عبدیہ تھا۔ بعض نے بغلیہ بھی کہا ہے۔ رأس البغل بادشاہ کی طرف منسوب کر کے کیونکہ وہ اس کا موجد تھا۔ وزنی اور ہلکی درہموں کو ملایا گیا پھر ہر درہم کو چھ دانق کا بنادیا گیا۔

النقود الاسلامیہ میں ہے :فضرب حينئذ عمرؓ الدراهم على نقش الكسروية وشكلها باعيانها غير انه زاد في بعضها الحمد لله وفي بعضها محمد رسول الله ﷺ وفي بعضها لا اله الا الله ، و في آخر مدة عمرؓ وزن كل عشرة دراهم سبعة مثاقيل [۱۵۳]۔

کہ حضرت عمرؓ نے درہم کو کسری کے بادشاہ کے درہموں کی شکل میں بنایا لیکن اسمیں سے کچھ درہموں پر الحمد للہ اور کچھ پر محمد رسول اللہ ﷺ اور کچھ پر لا الہ الا اللہ لکھا۔ حضرت عمرؓ کی اخیر زندگی میں دس درہم کا وزن سات مثقال کے برابر ہوگیا تھا۔

اور درہَم اور درہِم دونوں لغتیں ہیں، فارسی سے عربی بنایا گیا۔ چنانچہ درہَم جیسے ھجرَع، اور درہِم جیسے حِفْرِد۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے درہم اور صاع کے سلسلہ میں بڑی تفصیلی بحث کے بعد مندرجہ ذیل وزن کو بتایا ہے۔(جیسا کہ صاع کے بیان میں گزرا)

''اور درہم کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ ایک درہم چودہ قیراط کا ،اور ایک قیراط پانچ جو کا،تو

ایک شرعی درہم ستر جو کا، اور ستر جو تین ماشہ ایک رتی، اور ایک رتی کے پانچواں حصہ کا"۔ جیسا کہ گذرا کہ ایک ماشہ ۹۷۲ء ملی گرام کا ہوتا ہے۔

ایک درہم: ۳٫۰۶۱٫۸ = تین گرام اکسٹھ ملی گرام، اور آٹھ میکرو ملی گرام کا ہوتا ہے۔

الدِّيْنَارُ

عن عائشةؓ قال النبی ﷺ تقطع الید فی ربع دینار فصاعدا [۱۵٤]۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاتھ کاٹا جائے گا چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کیلئے۔

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: الدینار فارسي مَعرب واصله دِنّار ، بالتشدید، بدلیل قولهم دنانیر، فقلبت احدی النونین یاء لئلا یلتبس بالمصادر التی تجیء علی فعال.[۱۵۵] دینار فارسی کلمہ ہے، اسکی اصل دنّار ہے، تشدید کے ساتھ کیونکہ عربوں کا قول دنانیر ہے، چنانچہ دونوں نونوں میں سے ایک کو یاء سے بدل دیا گیا، تاکہ ان مصادر کے ساتھ التباس نہ ہوجائے جو فعال کے وزن پر آتے ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ دینار یونانی کلمہ ہے "دیناریوس" سے دینار ہوگیا، وہ ایک سونے کا سکہ تھا، اسلام کے آنے سے قبل بھی اہل عرب اس کو استعمال کرتے تھے۔

الموسوعۃ الفقہیۃ میں علامہ ابن الھمام سے نقل کیا گیا ہے، والظاهر ان المثقال اسم للمقدار المقدر به، والدینار اسم للمقدار المقدربه بقید ذهبیته ۔[۱۵٦] ظاہر یہ ہیکہ مثقال نام اس مقدار کا جس سے اندازہ لگایا جاتا ہے، اور دینار اس مقدار کا نام ہے جس کو تولا گیا ہے بشرطیکہ وہ سونا ہو۔

جریدہ عکاظ جدۃ میں دینار کے متعلق لکھا ہے: هذا وتجدر الاشارة أن الدینار الإسلامی الذی تطرحه مالیزیا هو وفقا للدینار الذی ضرب فی عهد الخلیفة الراشد عمر بن الخطابؓ والذی یزن ٤٫٢٥ ٪ جرامات و نقارة تصل الی ٩١٫٧ ٪ الذهب مضروبا فی وزن الدینار وهو ٤٫٢٥ ٪ جرامات۔[۱۵۷] یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملیشیا نے جو اسلامی دینار پیش کیا ہے اسکا وزن وہی

ہے جوحضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں تھا۔جس کا وزن ۴٫۲۵م گرام تھا۔اور اصلی سونے کی مقدار: ۷۱ء۹۱/ سونا ہے اور اسکا وزن ۴٫۲۵/ گرام ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے جو خلاصہ دینار کے سلسلہ میں بتایا تھا وہ یہ ہے: خلاصہ کلام یہ نکلا کہ ایک دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے اور ایک قیراط پانچ جو کا،لھذا ایک دینار سو جو کا ہوا،اور سو جو ساڑھے چار ماشہ کا ہے۔ایک ماشہ ۹۷۲/ ملی گرام کا ہوتا ہے تو چار ماشہ= تین گرام آٹھ سو اٹھاسی ۳/۸۸۸ ملی گرام کا ہوا۔اور آدھا ماشہ=۴۸۶/ ملی گرام،تو مجموعہ ساڑھے چار ماشہ کا چار گرام تین سو چوہتر ملی گرام ۴/۳۷۴/ ملی گرام ہوا۔[۱۵۸]۔ ایک دینار ۴٫۳۷۴/ چار گرام تین سو چوہتر ملی گرام

الطَّسُّوجُ

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: الطسوج الناحية والطسوج حبتان من الدوانق والدانق أربعة طساسيج وهما معربان [۱۵۹]۔ طسوج کے معنی کنارہ کے ہیں۔دانق کے دو دانوں کو طسوج کہا جاتا ہے۔اور دانق چار طسوج کا ہوتا ہے۔

فتح القدیر میں ہے: قال ابو عبيد في كتاب الاموال :ولم يزل المثقال في آباد الدهر محدودا لا يزيد ولا ينقص والدانق اربع طسوجات والطسوج حبتان والحبة شعيرتان.[۱٦۰]

ایک طویل زمانے سے مثقال متعین تھا نہ زیادہ ہوتا تھا،نہ کم،دانق چار طسوج کا اور طسوج دو حبہ کا،اور ایک حبہ دو شعیر کا ہوتا ہے۔

معجم لغۃ الفقھاء کے مؤلف نے اسکا وزن (۱۲۰) ایک سو بیس ملی گرام بتایا ہے۔[۱٦۱]

ایک درہم=۳٫۰۶۱۸÷۷۰=۰٫۰۴۳۷۴۰×۲=۰٫۰۸۷۴۸ (ستاسی ملی گرام اور اڑتالیس میکرو ملی گرام =ایک طسوج۔

القِيْرَاطُ

عن أبي ذرؓ قال : قال لي رسول الله ﷺ يا ابا ذر ، اى جبل هذا قلت : احد يا رسول الله ﷺ قال : والذى نفسي بيده ما يسرني انه لي ذهبا قطعا انفقه في سبيل الله ادع منه قيراطا قال : قلت قنطار يا رسول الله ﷺ قال قيراط قالها ثلاث مرات ـ ثم قال يا اباذر ان ما اقول الذى هو اقل ولا اقول الذى هو اكثر [١٦٢]

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا : اے ابوذر یہ کونسا پہاڑ ہے؟ میں نے بتایا: یا رسول اللہ ﷺ احد ہے، آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے، مجھے اچھا نہیں لگتا کہ وہ میرے لئے سونے کا ٹکڑا ہو اور میں اسمیں سے اللہ کے راہ میں خرچ کروں اور ایک قیراط بچا کر رکھوں، حضرت ابوذر نے فرمایا: میں نے کہا: ایک قنطار یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا: ایک قیراط، تین مرتبہ آپ نے فرمایا، پھر فرمایا: اے ابوذر میں کم کو بتا رہا ہوں زیادہ کو نہیں۔

واصل القيراط قراط بالتشديد لان جمعه قراريط فابدل من احد طرفي التضعيف يـاء ـ قیراط کی اصل قراط ہے تشدید کے ساتھ، اسکی جمع قراریط آتی ہے وتضعیف کے ایک حرف کو یا سے بدل دیا گیا۔

القيراط والقِرّاط بالكسر في اللغة : مقدار صغير يختلف وزنه باختلاف البلدان ، ففي مكة: ربع سدس دينار ، وفي العراق : نصف عشر دينار ، وقال بعض الحساب : القيراط في لغة اليونان حبة خرنوب ، وهو نصف دانق.[١٦٣]۔ قیراط اور قِرّاط لغت میں کسرہ کے ساتھ ہے، وہ ایک چھوٹی سی مقدار ہے، جسکا وزن شہروں کے مختلف ہونے سے بدلتا رہتا ہے۔ مکہ میں ایک دینار کے سدس کا ربع ہے، اور عراق میں دینار کے دسویں حصے کا نصف ہے، اور بعض ریاضی کہتے ہیں کہ یونانی زبان میں قیراط کیرب کے دانہ کو کہتے ہیں۔ اور وہ نصف دانق کا ہے۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: الدينار عشرون قيراطا والدرهم اربعة عشر قيراطا والقيراط خمس شعيرات [١٦٤] ایک دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے، ایک درہم چودہ قیراط کا ہے، اور ایک قیراط پانچ جو کا۔ اور ایک "جو" ۴۳٫۷۴۰ ملی گرام کا ہے۔

مولانا عمریان علی صاحب بجوقیؒ نے ایک قیراط تقریبا پونے دو رتی ۲۱۳ ملی گرام بتایا ہے[١٦٥]۔ ایک درہم = ۳٫۰۶۱۸ ÷ ۱۴ = ۲۱۸٫۷ ملی گرام = قیراط۔ نیز ایک دینار = ۴٫۳۷۴ گرام ÷ ۲۰ = ۲۱۸٫۷ ملی ایک قیراط ہے۔

ایک درہم=۳٫۰۶۱۸÷۱۴=۰٫۲۱۸۷=قیراط، (دوسو اٹھارہ ملی گرام سات میکرو ملی گرام)

الدَّانِقُ

بخاری شریف میں ہیں: اكترى الحسن من عبد الله بن مرداس حمارا فقال بكم؟ قال بدانقين فركبه ثم جاء مرة اخرى فقال: الحمار الحمار فركبه ولم يشارطه فبعث اليه بنصف درهم [١٦٦]۔ حضرت حسن نے عبداللہ بن مرداس سے گدھے کو کرایہ پر لیا، آپ نے دریافت کیا: کہ کرایہ کتنا ہے؟ جواب دیا، دو دانق۔ پھر آپ اس پر سوار ہو گئے، دوسری مرتبہ تشریف لائے اور فرمایا: گدھا لاؤ، گدھا لایا گیا، آپ سوار ہو گئے، کرایہ معلوم نہیں فرمایا، پھر آپ نے ان کے پاس آدھا درہم روانہ کیا۔

الدانق بالفتح والكسر قيرطان والجمع دوانق ۔ وعن الحسن لعن الله الدانق ومن دنق به ويروى واول من احدث الدانق يعنى الحجاج[١٦٧]۔ دانق فتح اور کسرے کیساتھ دو قیراط کا ہوتا ہے اس کی جمع دوانق آتی ہے۔ حضرت حسن سے مروی ہے: اللہ تعالی کی لعنت ہو دانق پر اور جس نے اس کو ایجاد کیا۔ بتایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے دانق کو۔ حجاج نے بنایا تھا۔

علامہ ابن منظور فرماتے ہیں: الدانِق، والدانَق من الاوزان، وربما قيل داناق، كما قالوا للدرهم درهام،وهو سدس الدرهم .[١٦٨] ۔دانق نون کے کسرہ اور فتح کے ساتھ وزنوں میں سے ہے، کبھی داناق بھی کہا جاتا ہے، جیسا کے درہم کو درہام کہتے ہیں، اور وہ درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔

الموسوعہ میں ہے: الدانِق، والدانَق سدس الدرهم[١٦٩]۔دانِق اور دانَق درہم کے چھٹا حصہ کو کہتے ہیں۔

والدانق بفتح النون وكسرها سدس الدرهم[١٧٠]۔ دانق نون کے فتح اور کسرہ کے ساتھ درہم کے چھٹا حصہ کو کہتے ہیں۔

الدانق: ضرب من النقود الفضية وزنه ثماني حبات من شعير غرلة ممتلئة مقطوعة الرأس وما استطال منها =٠٫٤٩٦[١٧١]۔ دانق چاندی کا سکہ جسکا وزن آٹھ جو کے برابر اور وہ لانبے بھرے ہو دم بریدہ ہوں۔

درہم: ۳٫۰۶۱۸÷۶=۰٫۵۱۰۳ (پانچ سو دس ملی گرام اور تین میکرو ملی گرام)=ایک دانق

القمحة

عـن ديلم الحميرؓ قال : سألت رسول الله ﷺ فقلت يا رسول الله ﷺ إنا بارض باردة نعالج فيها عملا شديدا وانا نتخذ شرابا من هذا القمح نتقوىٰ به على اعمالنا وعلى برد بلادنا قال : هل يسكر قلت نعم قال : فاجتنبوه قال :قلت بان الناس غير تاركيه قال فان لم يتركوه فقاتلوهم [۱۷۲]۔ دیلم حمیری روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہم ٹھنڈے علاقے میں رہتے ہیں سخت کام کرتے ہیں ہم اس گیہوں کی شراب بناتے ہیں اپنے کاموں پر اور ہمارے علاقے کی ٹھنڈ پر اس سے قوت حاصل کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس میں نشہ ہوتا ہے میں نے کہا ہاں،آپ نے فرمایا: اس سے بچو، میں نے عرض کیا لوگ اس کو نہیں چھوڑیں گے،آپ نے فرمایا: اگر لوگ نہ چھوڑے تو تم ان سے قتال کرنا۔

الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے: القمحة فی اللغة :هي حبة القمح ، وهو البر۔وفي اصطلاح الفقهاء المراد بها وزنها ، وهي معيار لما هو اكبر منها من الاوزان ، كالدرهم والدينار ، ووزنها مساوٍ لوزن حبة الشعير ، قال ابن عابدين : لانا اختبرنا الشعيرة المتوسطة مع القمحة المتوسطة فوجدنا هما متساويتين ، ثم قال : وهي ربع قيراط [۱۷۳]۔ قمحہ سے مراد فقہاء کی اصطلاح میں اسکا وزن ہے،اور وہ معیار ہے اس سے بڑے اوزان کا،گیہوں کے دانہ کا وزن جو کے دانہ کے وزن کے برابر ہے،علامہ ابن عابدین نے فرمایا: درمیانی قسم کے گیہوں کو ہم نے وزن کیا تو اسکو درمیانی قسم کے جو کے برابر پایا۔قمحہ کی مزید تفصیل قیراط کے بیان میں شبہ اور اس کے ازالہ کے ساتھ گذر چکی ہے۔

درہم:۳٫۰۶۱۸÷۷۰=۰٫۰۴۳۷۴ (تینتالیس ملی گرام اور چھوتر میکرو ملی گرام)=ایک قمحہ۔

القِنطارُ

روى أبو هريرةؓ عـن الـنبی ﷺ قال: القنطار اثنا عشر ألف أوقية ، والأوقية خير مما بين السماء والأرض.[۱۷٤]۔ حضرت ابوھریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے اور ایک اوقیہ آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔

قنطار کی جمع قناطیر آتی ہے قنطار کے معنی کسی چیز کو مضبوط کرنا اور اسمیں گرہ لگانا۔

قنطار کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا وہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے، بعض نے کہا: بارہ ہزار اوقیہ کا ہے، حضرت معاذؓ، ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ سے، امام احمد نے تخریج کی ہے: القنطار اثنا عشرة الف اوقية والأوقية خير مما بين السماء والأرض.[١٧٥]۔قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے اور ایک اوقیہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔

اسکے علاوہ بھی دوسرے اقوال اس سلسلہ میں منقول ہیں۔

علامہ ابن منظور نے لکھا ہے: القنطار معيار،قيل وزن اربعين اوقية من ذهب ،ويقال :الف ومائة دينار ،وقيل مائة وعشرون رطلا۔[١٧٦]

قنطار ایک مقدار ہے، بعض نے کہا: سونے سے چالیس اوقیہ کا وزن ہے، اور کہا جاتا ہے: گیارہ سو دینار، اور بعض نے کہا ۱۲۰ رطل۔

وعن ابى عبيد :الف ومائتا اوقية،وقيل سبعون الف دينار، وهو بلغة بربر الف مثقال من ذهب اوفضة۔[١٧٧]

ابوعبید سے منقول ہے: قنطار (۱۲۰) اوقیہ کا ہے، اور بعض نے کہا: ستر ہزار دینار، اور بربر کی زبان میں ایک ہزار مثقال سونا یا چاندی ہے۔

وقال ابن عباسؓ ثمانون الف درهم وقيل: هي جملة كثيرة مجهولة من المال: اور حضرت ابن عباسؓ نے قنطار کے سلسلہ میں فرمایا: وہ اسی ہزار درہم کا ہے، اور بعض نے کہا: غیر معلوم کثیر مال پر اسکا اطلاق ہوتا ہے۔

وقال السدي:مائة رطل من ذهب أو فضة: حضرت سدی نے فرمایا: سو رطل سونا یا چاندی ہے۔

ابو عبيد: القناطير واحدها قنطار ،قال:ولا تجد العرب تعرف وزنه،ولا واحد له من لفظه.[١٨٠] ابوعبید نے کہا: القناطیر کا واحد قنطار ہے، ہم نے عربوں میں سے کسی کو نہیں پایا جو اس کے وزن کو جانتا ہو، قنطار کا واحد نہیں ہے۔

ثعلب نے کہا: والمعمول عليه عند العرب الأكثر أنه اربعة آلاف دينار. [١٨١] اکثر عربوں کے پاس عمل اس سلسلہ میں یہ ہے کہ قنطار چار ہزار دینار کا ہوتا ہے۔

اگر حدیث مذکور کے مطابق قنطار کو گراموں میں دیکھا جائے۔

تو ایک اوقیہ=۲،۴۷۲×۱۲۰۰۰=۲۶۴،۶۶۹،۱۴(ایک ہزار چار سو انہتر کلو اور چھ سو چونسٹھ گرام=ایک قنطار۔

القَفْلَة

علامہ فیروز آبادیؒ لکھتے ہیں: والقفلة القفا، واعطاؤك شيئا بمرة والوازن من الدراهم [۱۸۲]۔ القفلۃ کے معنی گردن کے ہیں، نیز آپ کا کسی چیز کا ایک مرتبہ کسی کو دینا، اور درہم کو وزن کرنے والے کے ہیں۔

فقہاء کی اصطلاح میں مکہ، مدینہ، حجاز میں جو درہم معروف تھے، اس پر اسکا اطلاق کیا جاتا ہے. بعض فقہاء کے پاس وہ شرعی درہم سے چھوٹا ہے۔

موسوعۃ میں ہے: قال ابن عابدين: قال بعض المحشين: الدرهم الآن المعروفة بمكة والمدينة وأرض الحجاز وهو المسمى بالقفلة علي وزن تمرة وهو ست عشر خرنوبة وكل خرنوبة أربع شعيرات ـ وهو ينقص عن الدرهم الشرعي بست شعيرات. [۱۸۳]

ابن عابدین کہتے ہیں: بعض محشیوں نے بتایا ہے کہ آجکل مکۃ مدینۃ حجاز کی میں جو درہم معروف ہے اسی کو قفلہ کہتے ہیں. اور وہ سولہ کیرب کے دانوں کے برابر ہوتا تھا، اور ایک کیرب کا دانہ چار جو کا ہوتا ہے وہ درہم شرعی سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے۔

علامہ شامی کی تصریح کے مطابق کیرب کا دانہ= قفلۃ=۶۴ گیہوں کے دانے کے برابر ہوتا ہے

ایک حبۃ=۰،۰۴۲۷۴×۶۴=۲،۷۳۶=۲،۷۹۹،۳۶/(دو گرام سات سو ننادوے ملی گرام چھتیس میکرو ملی گرام=ایک قفلۃ

المَنُّ

نون کی تشدید کے ساتھ وہ پیمانہ ہے، جسمیں گھی ناپا جاتا ہے، اسکی جمع امنان آتی ہے، ''المنا'' بھی اسی طرح کا ایک پیمانہ ہے اسکی جمع امناء آتی ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: المد والمن سواء کل فیھما ربع صاع أو رطلان بالعراقي [١٨٤] مد اور من دونوں برابر ہے ربع صاع کے ہوتے ہیں عراقی دو رطل کے۔

شافعیہ نے من کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: من صغیر: دو رطل کا ہوتا ہے۔ من کبیر: چھ سو درہم کا ہوتا ہے۔

یک صاع=۳،۱۴۹،۲۸۰÷۴=۷۸۷،۳۲۰ (سات سو ستاسی گرام اور تین سو بیس ملی گرام=ایک من۔

النَّوَاةُ

عن انس بن مالکؓ ان عبد الرحمن بن عوفؓ جاء الی النبی ﷺ وبه اثر الصفرة فسأله رسول الله ﷺ فأخبره أنه تزوج امرأة من الأنصار فقال رسول الله ﷺ کم سقت إلیھا قال نولة من ذھب،قال رسول الله ﷺ أولم ولو بشاة.[١٨٥]۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آئے، ان پر زردی کا اثر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکے متعلق ان سے پوچھا، انھوں نے جواب دیا: کہمیں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کتنا مہر دیا؟ جواب دیا کہ ایک نواۃ سونا آپ ﷺ نے فرمایا ولیمہ کرو، اگرچہ ایک بکری سے ہی کیوں نہ ہو۔

نواۃ کھجور کی بیج ہے اسکی جمع نوی آتی ہے جب یہ عدد میں بولا جاتا ہے تو دس یا بیس مراد لیا جاتا ہے، بعض نے کہا: ایک اوقیہ سونے پر اسکا اطلاق ہوتا ہے، یا چار دینار یا جسکا وزن پانچ درہم کے برابر ہو۔

علامہ ابن منظور نے لکھا ہے: النش عشرون درھما وھو نصف اوقیة لانھم یسمون الاربعین درھما اوقیة ویسمون العشرین نشا ویسمون الخمسة نواة.[١٨٦]۔ نش بیس درہم کا ہے اور وہ آدھا اوقیہ ہے کیونکہ چالیس درہم کو اوقیہ کہتے ہیں اور بیس کو نش اور پانچ کو نواۃ کہتے ہیں۔

ایک درہم=۳،۰۶۱،۸×۵=۱۵،۳۰۹/ (پندرہ گرام تین سو نو ملی گرام)=ایک نواۃ۔

یقول اللہ عزوجل:

ومن تقرب مني شبرا تقربت منه ذراعا ومن تقرب مني ذراعا تقربت منه باعا

حدیث قدسی: مسلم ۴۸۳۲

باب سوم

المساحات

فصل اول:

الإِصْبَعُ

اصبع عربی میں مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے، مؤنث زیادہ مشہور ہے ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، فتح اور ضمہ کے ساتھ بھی مستعمل ہے، نیز با کے فتح کے ساتھ بھی اسکا استعمال ہوتا ہے، اسکی جمع اصابع اور اصابیع آتی ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: وهي أي الإصبع ست شعيرات ظهر لبطن وهي أى الشعيرة ست شعرات بغل[١٨٧]۔ اور وہ یعنی انگلی چھ "جو" کی ہے ایک کا اندر کا حصہ دوسرے کے پشت پر ہو، اور وہ یعنی ایک "جو" چھ خچر کے بالوں کے برابر ہے۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے: والإصبع فی اصطلاح الفقهاء مقياس للطول يساوي عرض ست شعيرات معتدلات بطن احداها لظهر الاخرى ، والشعيرة ست شعرات بغل .[١٨٨]

اور انگلی فقہاء کی اصطلاح میں لمبائی ناپنے کا ایک پیمانہ ہے، جو معتدل چھ "جو" کے برابر ہے، ان میں سے ایک کا باطن دوسرے کی پشت پر ہو، اور ایک جو چھ خچر کے بالوں کے برابر ہے.

الموسوعۃ میں ہے: ويقدر الإصبع بالمقاييس الحديثة ١،٩٢٥/[١٨٩]۔ سم. سنٹی میٹروں کے حساب میں ایک اصبع ۱٫۹۲۵ (ایک سنٹی میٹر اور نوسو پچیس ملی میٹر) کا ہے۔

الموسوعۃ میں ہے: قال التسولي : الذراع شبران ، والشبر اثنا عشر اصبعا[١٩٠] ایک ذراع دو بالشت کا ہے، اور ایک بالشت بارہ انگلیوں کی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا: ایک بالشت نو انچ کی ہوتی ہے۔

ایک انچ = ۲٫۵۴/ (دو سنٹی میٹر اور چون ملی میٹر ہوتا ہے) ×۹ = ۲۲٫۸۶/ ایک بالشت ÷۱۲ = ۱٫۹۰۵/ ایک انگلی ہوتی ہے۔ (ایک سینٹی میٹر نو سو پانچ ملی میٹر)

نوٹ:-

الموسوعہ اور ہمارے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے حساب میں بیس ملی میٹر کا فرق ہوتا ہے۔

البَاعُ

باع کی جمع اَبواع آتی ہے،علامہ ابن منظور نے لکھا ہے:البَاع ، البَوع ، البُوع مسافة ما بين الـكـفين إذا بسطهما.[١٩١]۔ باع وہ مسافت ہے جودو ہتھیلیوں کے درمیان ہوجبکہ ان دونوں کو پھیلائے۔

والباع في اصطلاح الفقهاء مختلف فيه بينهم فقال الحنفية :أنه أربعة أذرع ، وذهب المالكية الى أن الباع ذراعان[١٩٢]۔ باع کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے:فقہاء حنفیہ کے پاس باع کی مقدار چار ذراع ہے۔مالکیہ کی رائے ہے کہ وہ دو ذراع کا ہوتا ہے۔

ایک ذراع=۱۸/انچ×۴=۷۲/(بہتر انچ/ چھ فٹ کا باع ہوتا ہے)۔

البَرِیْدُ

علامہ ابن المنظور لسان العرب میں لکھتے ہیں:والبريد :فرسخان،وقيل:ما بين كل منزلين بريد،والبريد:الرسل على دواب البريد والجمع برد،وبرّد بريدًا:أرسله ،وفى الحديث :أنه ﷺ قال:إذا أبردتم إلي بريدا فاجعلوه حسن الوجه،حسن الاسم،البريد: الرسول،وإبراده:إرساله،وسكك البريد :كل سكة منها اثنا عشر ميلا،وفى الحديث لاتقصر الصلاة في أقل من أربعة برد،وهي ستة عشر فرسخا،والفرسخ ثلاثة أميال،والميل أربعة آلاف ذراع،والسفر الذى يحوز فيه القصر أربعة برد،وهي ثمانية وأربعون ميلا بالأميال الهاشمية التى فى طريق مكة[١٩٣]۔

برید دو فرسخ کا ہوتا ہے،اور کہا گیا ہے دو منزلوں کے مابین کی مسافت برید ہے،برید: ڈاک لیجانے والی سواریوں پر جو پیغام رساں ہوتا ہے اسکو کہا جا تا ہے،برد بریدا: کے معنی بھیجنے کے ہیں،حدیث میں ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میرے پاس کسی پیغام لانیوالے کو روانہ کرو تو خوبصورت اور اچھے نام والے کو روانہ کرو،البرید: پیغامبر کو بھی کہتے ہیں،ابراد البرید : کہتے ہیں پیغامبر کو بھیجنا،سکک البرید

کا ہر سکہ بارہ میل کا ہوتا ہے، حدیث میں ہے: نماز کو قصر نہیں کی جائیگی چار برد سے کم میں، اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے، اور ایک میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے، اور وہ سفر جس میں قصر جائز ہے وہ چار برد کا ہوتا ہے، اور وہ ھاشمی میل سے جو مکہ کے راستہ میں ہے ۴۸/میل کا ہوتا ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں برید: چار فرسخ پر بولا جاتا ہے۔ البتہ مالکیہ کا ایک مرجوح قول ہے کہ وہ دو فرسخ کا ہوتا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: برید چار فرسخ یا بارہ میل کی مسافت کو کہا جاتا ہے اور نہایہ میں ابن الاثیر نے فرمایا: یہ لفظ دراصل فارسی ،،برید ہ دم،، کا مختصر ہے کیونکہ ڈاک لیجانے کے لئے برید ہ دم خچر استعمال کیے جاتے تھے مختصر کر کے برید کہنے لگے پھر اسکے سوار کو بھی برید کہا جانے لگا یہاں تک کہ ایک سوار کی مقررہ مسافت کا بھی برید نام پڑ گیا۔[١٩٤]

> فرسخ = ۳/میل × ۴ = ۱۲/ بارہ میل ہوا۔ انگریزی میل: ۱۶۰۹٫۳۴۴ × ۱۲ = ۱۹٫۳۱۲٫۱۲۸/
> (انیس کلومیٹر تین سو، بارہ میٹر، ایک سو اٹھائیس ملی میٹر) کا ایک برید ہوا۔

ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے: تو ایک برید بارہ میل کا ہوا۔ چار برید پر مسافت سفر ہوگی: جو اڑتالیس میل انگریزی ہوتا ہے = (۷۷٫۲۴۸۳۶/ (یعنی سواستتر کلومیٹر) = ۳۶/کوس ہے۔

الحَرِیب

صاحب المغرب فرماتے ہیں: الحریب ستون ذراعا فی ستین قال : قدامة فی کتاب الخراج :الاشل اذا ضرب فی مثلہ فھو الحریب والاشل طول ستون ذراعا و ذراع ست قبضات والقبضة اربع اصابع ۔قال : وعشر ھذا الحریب یسمی قفیزا وعشر ھذا القفیز عشیر فالقفیز عشرة اعشراء وھی خمسة وعشرون رطلا ۔ قالوا والاصل فیہ المکیال ثم سمی المبذر نظیرہ البرید [١٩٥]۔ جریب ساٹھ ذراع میں ضرب دینے سے بنتا ہے علامہ قدامہ نے کتاب الخراج میں فرمایا: اشل کو اشل سے ضرب دیا جائے تو وہ جریب بن جاتا ہے۔ اشل ساٹھ ذراع کی لمبائی کو

کہا جاتا ہے اور ایک ذراع چھ مٹھی کو کہا جاتا ہے اور ایک مٹھی چار انگلیوں کی۔ اور جریب کا عشر قفیز کہلاتا ہے، اور اس قفیز کا عشر عشیر کہلاتا ہے، قفیز اس کا دسواں حصہ ہے جو پچیس رطل کا ہوتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اصل میں وہ ناپنے کے لئے وضع کیا گیا تھا پھر دانہ کے لئے۔ دانہ بونے کی جگہ پر اسکو اطلاق کیا جانے لگا اس کی نظیر البرید ہے۔

الجریب اصل میں وادی کو کہتے ہیں، اسکی جمع اجربۃ اور جربان آتی ہے بعد میں چل کر اسکا اطلاق خاص زمین کے حصہ پر کیا جانے لگا، ہر علاقہ کے اعتبار سے اسکی مقدار میں اختلاف ہونے لگا جس طرح رطل اور ذراع میں اختلاف ہے۔

علامہ شامیؒ نے فرمایا: ان الجریب ستون ذراعا فی ستین ذراعا بذراع کسری وهو سبع قبضات والقبضة اربع اصابع وقال الحصكفي: وقیل المعتبر فی الذراع فی کل بلدة عرفهم.[۱۹۶]۔ جریب ساٹھ ذراع ہے ساٹھ میں کسری کے ذراع کے ساتھ اور وہ سات مٹھی ہے اور ایک مٹھی چار انگلیوں کی ہے، حصکفی نے بتلایا ذراع کے سلسلہ میں اعتبار ہر علاقہ کے عرف کا ہے۔

فقال محمد رحمة الله علیه في ارض الخراج على كل جريب يصلح للزراعة قفيز ودرهم ،وعلى جريب الرطبة خمسة دراهم وعلى جريب الكرم عشرة دراهم كذا في المحيط[۱۹۷]۔ امام محمدؒ نے فرمایا: خراج کی زمین میں جو جریب زراعت کے قابل ہو ایک قفیز اور ایک درہم لازم ہے، کھجور کے جریب میں پانچ درہم اور انگور کے ایک جریب میں دس درہم لازم ہیں۔

قال شيخ الاسلام المعروف بخواهر زاده قال محمدؒ الجريب اسم لستين ذراعا فی ستين ذراعا حكاية عن جريبهم وليس بتقدير لازم في الأراضي كلها بل جريب الأراضي يختلف باختلاف البلدان فيعتبر فی كل بلدة متعارف أهلها ،وأراد بالقفيز الصاع فهو ثمانية ارطال بالعراقی وهو اربعة أمنا وهذا قول أبي حنيفةؒ ومحمدؒ[۱۹۸]

شیخ الاسلام خواہرزادہؒ نے فرمایا ہیکہ امام محمدؒ نے فرمایا: جریب نام ہے ساٹھ ذراع کو ساٹھ ذراع میں ضرب دینے کا، یہ انکے علاقہ کا جریب ہے، یہ لازمی حساب نہیں ہے جسکا حکم عام زمینوں پر لگایا جاسکے بلکہ مختلف علاقوں کے اعتبار سے اسمیں اختلاف ہوتا رہتا ہے، ہر علاقہ میں وہاں کے عرف کا اعتبار کیا جائیگا۔

یہ جو اوپر قفیز بتلایا گیا اس سے صاع مراد ہے، جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے وہ چار من کا ہوتا ہے، اور یہ ہی طرفین کا قول ہے۔

۔ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: جریب ساٹھ مربع گز کو کہا جاتا ہے۔ جو ہمارے ملک کے مروجہ بیگہ کے قریب ہے[۱۹۹]۔ اسی جگہ حاشیہ میں ہے: یہ جریب: ۳۲۲۵ مربع گز کی تھی۔ اور ہمارے ملک کا مروجہ بیگہ = ۱۶۲۰ مربع گز اور ایکڑ = ۴۸۴۰ مربع گز ہے۔

اَلْخُطْوَةُ

علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں: بالضم بعد ما بين القدمين في المشي وبالفتح المرة [۲۰۰]۔ خاء کے ضمہ کے ساتھ دو قدموں کے درمیان کی مسافت اور فتح کے ساتھ ایک مرتبہ قدم اٹھانے پر بولا جاتا ہے۔

خطوة کی جمع خطوات خُطیٰ آتی ہے، اور مضموم کی جمع خطوات آتی ہے۔ ایک خطوة: ایک میل کے چار ہزار حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: وقال في الحلية ان المشهور كما نقله غير واحد منهم السروجي في غية وفي شرح العين، والمسكين، والبحر عن الينابيع انه (الميل) اربعة الاف خطوة[۲۰۱]۔ علامہ شامی نے نقل کیا ہے کہ میل چار ہزار خطوة کا ہوتا ہے۔

معجم لغت الفقہاء میں ہے: خطوة تین قدم کا ہوتا ہے، ۳۰،۸ / ایک قدم x۳ = ۹۲،۴ / ایک خطوة سینٹی میٹر

میل شرعی: ۱۸۴۸،۸۰ میٹر ÷ ۴۰۰۰ = ۴۶،۲۲ / خطوة ۔
میل انگریزی: ۱۶۰۹،۳۴ ÷ ۴۰۰۰ = ۴۰،۲۳۳۶ / خطوة

الذِّرَاعُ

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: الذراع: مابين طرف المرفق إلى طرف أصبع الوسطى والجمع اذرع ۔[۲۰۲] کہنی کے کنارہ سے بیچ کی انگلی کے کنارہ تک ذراع کو کہتے ہیں۔

لغت میں ذراع کا اطلاق حیوان کے پورے ہاتھ پر ہوتا ہے، انسان پر جب بولا جائے تو کہنی سے لیکر انگلیوں کے کنارے تک کا حصہ ہے، یا کہنیوں سے لیکر بیچ کی انگلی کے کنارہ تک کا حصہ۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ رائج الوقت انگریزی گز اور فٹ کے اعتبار

سے: ذراع مساحت = ایک گز ۶/انچ یا ساڑھے تین فٹ یا بیالیس ۴۲/انچ کا ہوتا ہے۔

ذراعِ کِرْ بَاس (کپڑا ناپنے کا ذراع) = نصف گز یا ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ۔

فقہاء حنفیہ کے پاس جب ذراع بولا جاتا ہے تو اس سے ذراعِ کِرْ بَاس مراد ہوتا ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔ ذراع کرباس کی مقدار: سات مٹھی ہے بغیر کھڑی انگلی کے۔

فی البحر أن فی کثیر من الکتب انه ست قبضات لیس فوق کل قبضة اصبع قائمة فهو اربع وعشرون اصبعا والمراد بالقبضة أربع أصابع مضمومة ،قال ابن عا بد ین:وهو قریب من ذراع الید لأنه ست قبضات وشیء وذلك شبران[۲۰۳]۔ البحر میں ہے کہ بہت سی کتابوں میں لکھا ہے کہ ذراع کی مقدار چھ مٹھی ہے، اسمیں کھڑی انگلی نہیں ہے اور وہ ۲۴/انگلیاں ہیں، اور قبضہ سے مراد چار ملی ہوئی انگلیاں ہوتی ہے۔ اور وہ ہاتھ کے ذراع کے قریب قریب ہے کیونکہ وہ چھ مٹھی اور کچھ کا ہوتا ہے اور وہ دو بالشت ہے، ایک بالشت (۹) انچ کا تو ایک ذراع ۱۸/انچ کا ہوا۔[۱]

ذراع کا استعمال فقہاء حنفیہ نے پانی کے سلسلہ میں کیا ہے جبکہ وہ دہ دردہ ہو، متأخرین نے اسی پر فتوی دیا ہے اور اسکی مقدار: ۲۲۵/فٹ ہے۔

نیز مشتہاۃ عورت اگر نماز میں ایک ذراع سے کم قریب ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ (ولو حکما بقیا مها علی ما دون قامة بلا حائل قدر ذراع) مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی۔

ایک ذراع ۱۸/اٹھارہ انچ کا ہے۔

الشّبْرُ

علامہ ابوالفضل محمد ابن منظور لکھتے ہیں: الشبر: مابین أعلی الإبهام وأعلی الخنصر[۲۰۴]۔ بالشت: انگھوٹے کی اونچائی سے خنصر کی اونچائی تک کا حصہ شبر کہلاتا ہے، اسکی جمع اشبار آتی ہے، اور یہ کلمہ مذکر ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں: نصف ذراع نو انگلیاں ایک شبر ہوتا ہے ہاتھ کے ذراع کے قریب قریب ہے، کیونکہ علامہ شامیؒ نے فرمایا: وهو قریب من ذراع الید لأنه ست قبضات وشیء وذلك

شبران۔ وہ ذراع الید کے قریب ہے کیونکہ وہ چھ قبضہ اور کچھ کا ہوتا ہے اور وہ دو بالشت ہے۔

شبر کا تذکرہ فقہاء کرام قبر کی بلندی کے وقت کرتے ہیں کہ وہ زمین سے ایک بالشت بلند ہونی چاہئے۔ اور عورت اپنے برقعہ کو ایک ذراع یا ایک بالشت زمین کی طرف لٹکائیگی۔

مسواک کے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں: وطول شبر، الظاهر أنه في ابتداء استعماله، فلا يضر نقصه بعد ذلك بالقطع منه لتسويته. تأمل، وهل المراد شبر المستعمل او المعتاد ؟ الظاهر الثاني لانه محمل الاطلاق غالبا [۲۰۵]۔

مسواک کی لمبائی ایک بالشت ہونی چاہئے، ظاہر یہ ہیکہ وہ اس کے استعمال کے آغاز میں ہے چنانچہ نقصان نہیں دیگا اسکا کم ہونا اس کے بعد، کیونکہ اسکو برابر کرنے کے لئے کاٹا جاتا ہے۔ غور کرلو کیا ایک بالشت سے مراد استعمال کرنے والے کی بالشت ہے یا مطلقا؟ ظاہر یہ ہے کہ دوسرا ہو کیونکہ مطلق کا وہی محمل ہے۔ معلوم ہوا کہ مسواک نو انچ کی ہونی چاہئے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے فرمایا ہے: ایک شبر = بالشت = ۹/انچ کا ہے۔ [۲۰۶]

الشَّعْرَة

علامہ فیروز آبادیؒ لکھتے ہیں: والشَّعْر ويحرك نبتة الجسم مما ليس بصوف ولا وبر [ج] أشعار شعور [۲۰۷] شعر عین کے سکون اور فتح کے ساتھ، بدن کے بال جو اون، اور اونٹ کے بال نہ ہوں۔ اسکی جمع اشعار اور شعور آتی ہے۔

شَعْرٌ کی جمع شعور اور شَعَرٌ کی جمع اشعار آتی ہے، اسکا مفرد شعرۃ آتا ہے، شعر اسم جنس ہے

الشعرة فى اصطلاح الفقهاء عند الاطلاق هي شعرة البرذون خاصة وهو البغل وهي فى القياس من اجزاء الاصبع والذراع عندهم، ومقدارها: سدس شعيرة بالإتفاق [۲۰۸]۔ فقہاء کی اصطلاح میں: شعرۃ [برذون] خچر کے بال پر ہوتا ہے، اور وہ انگلی اور ذراع کے اجزاء میں سے ہے۔ اسکی مقدار بالاتفاق فقہاء "جو" کی چوڑائی کا سدس ہے۔ (چھٹا حصہ ہے)۔

اصبع = ۱٫۹۰۵÷۶ = ۰٫۳۱۷۵/جو÷۶ = ۰٫۰۵۲۹۱۶/ (باون ملی میٹر نوسو سولہ میکرو ملی میٹر شعرۃ (بال) کا عرض ہے۔

الشَّعِيْرَةُ

عن عائشةؓ قالت : ماشبع آل محمد ﷺ من خبز الشعير حتى قبض [۲۰۹]۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہے رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی پیٹ بھر کر آپ کی وفات تک نہیں کھائی۔

''جو'' کا دانہ فقہاء کی اصطلاح میں وزن کے لئے، نیز طول وعرض جاننے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے،طول وعرض کی تفصیل علامہ شامیؒ نے یوں کی ہے:وعرض الشعيرة المتوسطة هي المرادة هنا بطن لظهر الإصبع وهو مقدر لدى الفقهاء بعرض ست شعرات من شعر البرزون البغل .[۲۱۰]۔ متوسط ''جو'' کی چوڑائی ہی اس جگہ مقصود ہے،انگلی کے ظاہری حصہ کا باطن .اور''جو'' جو فقہاء کے پاس متعین ہے، خچر کے چھ بالوں کی چوڑائی کے برابر ہے۔

ایک انگلی کی لمبائی علامہ شامی نے یوں بتلائی ہے:وهي الاصبع ست شعيرات ظهر بطن ، اي الشعيرة ست شعرات البغل[۲۱۱]۔

الموسوعۃ الفقہیۃ کے مؤلفین نے ایک انگلی کی مقدار (۱.۹۲۵) سینٹی میٹر جو کی لمبائی÷۲= ۳۲۰،۸۳۳ (تین سوبیس ملی میٹر اور آٹھ سو تینتیس میکرو ملی میٹر ایک شعیرۃ ہوگی۔

اصبع =۱،۹۰۵÷۲=۵،۳۱۷/ (تین سوسترہ ملی میٹر، پانچ میکرو ملی میٹر ایک جو کی لمبائی

جو کا وزن:

''جو'' کے وزن کے سلسلہ میں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: وذهب الحنفية الى ان المثقال مائة حبة الشعير و الدرهم سبعون حبة.[۲۱۲] حنفیہ کے پاس مثقال سو حبہ کا ہوتا ہے اور درہم ستر حبہ کا۔

اور جُو سے درمیانہ ''جو'' مراد ہے جسکے دونوں طرف کاٹ دئے گئے ہوں۔یہی جُو درہم مثقال ،اور قیراط، کے لئے معیار ہے۔معجم لغۃ الفقہاء میں لکھا ہے کہ ایک حبـــــــــہ باسٹھ (۶۲) ملی گرام کا ہوتا ہے۔(۲۱۵-۱)۔

ایک درہم =۳،۶۱۸÷۷۰=۰،۰۴۳۷۴ (تینتالیس ملی گرام، چوہتر میکرو ملی گرام) کا ایک جو۔

الغَلْوَةُ

قال نافع: ان عبد الله بن عمرؓ أن رسول الله ﷺ نزل تحت سرحة وقال : غير أبو قرة سرحات عن يسار الطريق فی مسيل دون هرشا ذالك المسيل لاصق علی هرشا وقال غيره لاصق بكراع هرشا بينه وبين الطريق قريب من غلوة سهم ۔[۲۱۳]۔ حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک بڑے درخت کے نیچے اترے، ابوقراۃ کے علاوہ دوسرے محدثین نے لفظ سرحات کو جمع کے ساتھ استعمال کیا ہے۔راستہ کے بائیں طرف نالہ میں ہرشا کے قریب وہ نالہ ہرشا سے ملا ہوا ہے۔ان کے علاوہ دوسروں نے بتایا کہ ہرشا کے کنارہ سے لگی ہوئی ہے۔اس کے اور راستہ کے بیچ میں تیر کے پھینکنے کا فاصلہ ہے۔

علامہ ناصرالدین المطرزی (م۶۱۰) فرماتے ہیں:الغلوة مقدار رمية وعن الليث الفرسخ التام خمس وعشرون غلوة۔[۲۱٤] غلوۃ تیر پھینکنے کی دوری کو کہا جاتا ہے۔حضرت لیث سے مروی ہے کہ فرسخ تام پچیس غلوۃ کا ہے۔

غلوۃ لغت میں : تیر کے پھینکنے کی دوری کو کہتے ہیں،بعض نے کہا: تین سو سے چارسو تک کی ذراع کی مقدار کو کہتے ہیں،اسکی جمع غلوات آتی ہے،اسکو فرسخ کا ۲۵ رپچیسواں جزء بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

فقہاء کے اقوال بھی اسکی تعیین میں مختلف ہیں،علامہ شامی فرماتے ہیں:وهي ثلاث مائة ذراع الی اربع مائة ذراع،وهو الأصح.[۲۱۵]۔وہ تین سو ذراع سے لیکر چارسو ذراع تک ہے اور یہی زیادہ اصح ہے۔

غلوہ کے متعلق فقہی حکم کی ایک مثال یوں دی جاسکتی ہے: تیمم کے سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے علامہ حصکفی فرماتے ہیں:ويجب ان يفترض طلبه ولو برسوله ، اي الماء لصحة التيمم عند عدمه قدر غلوة.[۲۱٦]۔ اور تیمم کے صحیح ہونے کے لئے ایک غلوہ کی مقدار تک پانی کو تلاش کرنا ضروری ہے اگرچہ اپنے فرستادہ کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔

ایک فرسخ=۴۸۲۸،۰۳۲÷۲۵=۱۹۳،۱۲،۱ر(ایک سوترانوے میٹر بارہ انچ ایک سنٹی میٹر) ایک غلوۃ، علامہ مطرزی کے حساب سے

ایک ذراع = ۱۸رانچ × ۴۰۰ = ۲۰۰ ۷رغلوۃ ÷ ۴۰ = ۱۸۰رایک سواسی میٹر،ایک غلوۃ علامہ شامی کے حساب سے

الفَرْسَخُ

سألت انس ابن مالكؓ عن قصر الصلاة فقال : كان رسول الله ﷺ اذا خرج مسيرة ثلاثة اميال او ثلاثة فراسخ شعبة شك صلى ركعتين-[۲۱۷]۔ میں نے حضرت انسؓ سے نماز قصر کے سلسلہ میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تین میل کی مسافت یا تین فرسخ کی دوری پر نکلتے تو دو رکعت پڑھتے۔ شعبہ کو اس میں شک ہے۔

لغت میں فرسخ کی مقدار مختلف بیان کی گئی ہیں :۱-تین میل ھاشمی =۲-پچیس غلوۃ =۳-بارہ ہزار ذراع =۴-دس ہزار ذراع، یہ تمام اقوال اہل لغت نے نقل کے ہیں:،المصباح المنير اور المعجم الوسيط میں ان اقوال کو دیکھا جا سکتا ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں: فرسخ تین میل کا ہوتا ہے، جمہور فقہاء نے مسافت سفر کو فرسخ کے ساتھ متعین کیا ہے، مثلا: روزہ دار کو افطار کی اجازت، نماز میں قصر، سفر کی مسافت ۱۶رفرسخ ہے جو ۴۸ رمیل کے مساوی ہے، البتہ حنفیہ کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ قصر کی مسافت مراحل سے متعین کی جائیگی فرسخ سے نہیں۔[۲۱۸]

علامہ حصکفیؒ رقم طراز ہیں: ولا اعتبار بالفرسخ على المذاهب لأن الفراسخ تختلف باختلاف الطريق في السهل والجبل والبر والبحر يختلف المراحل .[۲۱۹]

مذہب کے مطابق فرسخ کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ فرسخ راستوں کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں ہموار راستہ اور پہاڑی نیز خشکی اور سمندری راستہ کے اختلاف سے اختلاف ہوتا ہے برخلاف مراحل کے انمیں یہ اختلاف نہیں ہوتا ہے۔

ایک میل=۴٫۳۴۴٫۶۰۹×۳=۲٫۳۲۰٫۸۲۸٫۴/ر(چار کلومیٹر آٹھ سو اٹھائیس میٹر تین انچ دوسٹی میٹر) ایک فرسخ

القَبْضَةُ

عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال : خالفوا المشركين وفروا اللحاء واحفوا الشوارب وكان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه [۲۲۰]۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھی کو بڑھاؤ، اور مونچھ کو کم کرو، حضرت ابن عمرؓ جب حج اور عمرہ کرتے تو اپنے مٹھی سے ڈارھی کو پکڑتے جو زائد ہوتی اسکو لے لیتے (کاٹ لیتے)۔

لغت میں قبضہ کہتے ہیں: وہ جو پوری ہتھیلی کے ساتھ پکڑا جائے، اور قبصہ صاد کے ساتھ وہ ہے کہ جسکو انگلیوں سے پکڑا جائے، قبضہ کی مقدار چار انگلیاں ہیں۔

قبضہ فقہاء کی اصطلاح میں: القبضة اربع اصابع من اصابع يد الانسان المعتدلة [۲۲۱]۔ قبضہ معتدل انسان کی چار انگلیوں کی مقدار ہے۔

علامہ شامیؒ نے نوح آفندی سے نقل کیا ہے: المراد بالقبضة اربع اصابع مضمومة : قبضہ سے مراد چار ملی ہوئی انگلیاں ہیں، آگے فرماتے ہیں وهو قريب من ذراع اليد لأنه ست قبضات وذلك شبران. [۲۲۲] اور وہ یعنی ذراع ہاتھ کے ذراع کے قریب ہے کیونکہ وہ چھ مٹھیوں کے برابر ہوتا ہے، اور وہ دو بالشت کا ہوتا ہے۔

علامہ شامیؒ نے ابھی بیان کیا کہ ایک ذراع چھ قبضہ کا ہوتا ہے. اور ذراع ۱۸/انچ کا، اس کو چھ میں تقسیم کریں گے تو قبضہ ۳/انچ ہوگا۔

قبضہ کا تذکرہ فقہائے کرام ڈاڑھی کے تذکرہ کے وقت کرتے ہیں: چنانچہ ایک قبضہ کی مقدار ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈاڑھی کے وجوب میں تحریر فرماتے

ہیں: حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنے رسالہ ''ڈاڑھی کی شرعی حیثیت'' میں اس مضمون کو تفصیل سے تحریر فرمایا ہے اور مقدار قبضہ کو قرآن پاک اور احادیث اور آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے، اسمیں تحریر فرمایا ہے: کہ شیخ ابن الہمام صاحب فتح القدیر نے یہ دعوی فرمایا ہے کہ: واما الأخذ منها وهي دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة مخنثة الرجال فلم يبحه أحد. یعنی داڑھی کا کاٹنا جب کہ وہ مقدار قبضہ سے کم ہو جیسا کہ بعض مغربی لوگ اور مخنث قسم کے انسان یہ حرکت کرتے ہیں اسکو کسی نے مباح نہیں قرار دیا۔ یعنی تمام فقہاء امت اس پر متفق ہیں کہ داڑھی کا مقدار قبضہ سے کم کرنا جائز نہیں اور یہ اجماع خود ایک مستقل دلیل ہے اس کے وجوب کی۔

حضرت امام محمدؒ کتاب الآثار میں تحریر فرماتے ہیں: محمد قال أخبرنا أبو حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر رضي الله عنه أنه كان يقبض على لحيته ثم يقص ما تحت القبضة، قال محمد وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة [۲۲۳]۔

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو خبر دی امام ابو حنیفہؒ نے ہیثم سے کہ حضرت ابن عمر اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لیکر مٹھی بھر سے زائد کو یعنی جو مٹھی سے نیچے لٹکی باقی رہ جاتی ہے کاٹ دیتے تھے۔

امام محمد نے فرمایا: ہم اسی کو اختیار کے ہوئے ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔

اوجز المسالک میں اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ اور دوسرے علماء کے مذاہب کو مدلل ومفصل بیان کیا گیا ہے. اس میں لکھا ہے: کہ ایک مشت سے زائد ڈاڑھی میں حضرات شافعیہ کا راجح اور پسندیدہ قول یہ کہ اس کو علی حالہ باقی رکھا جائے. اور یہی ایک قول حنابلہ کا ہے اور مالکیہ کا مذہب مختار یہ کہ جو داڑھی حد سے زیادہ بڑھ جائے اس کو کم کیا جائے. اور یہ ضروری نہیں کہ ایک مشت سے زائد نہ رکھی جائے. اور حضرات حنفیہ کے یہاں مستحب یہ ہے کہ ایک مشت سے جتنی زائد ہے اسکو کاٹ دینا چاہئے۔

بشارت: - جب میں الاوزان المحمودۃ کا مسودہ تیار کر رہا تھا خواب میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی زیارت ہوئی، دیکھا کہ حضرت کے ہاتھوں میں اوزان سے متعلق کوئی مسودہ موجود ہے، حضرت سے میں عرض کر رہا ہوں کہ حضرت میں تو اس پر لکھ چکا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کی توجہ بھی اس طرح کے مضمون کی طرف ہے۔

اَلْقَدَمُ

حدثنا قتادة قال :سمعت انس ابن مالكؓ قال قال النبی ﷺ ان المؤمن اذا کان فی الصلاة قائما یناجی ربه فلا یبزقن بین یدیه و لا یمینه ولکن عن یساره او تحت قدمه[٢٢٤]۔ حضرت انس ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا :مؤمن نماز میں اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے لہذا اپنے آگے اور داہنی طرف نہ تھوکے۔ بلکہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے (ضرورت پڑجائے تو) تھوکنا چاہئے۔

القدم:ما یطأالأرض من رجل الإنسان.[٢٢٥]۔ انسان کے پاؤں کا وہ حصہ جوزمین پر لگتا ہےاسکوقدم کہتے ہیں اسکی جمع اقدام ہے،اوروہ مؤنث ہے۔

المقدسی نے کہا:المیل اثنا عشر الف قدم[٢٢٦]میل بارہ ہزارقدم کاہوتا ہے۔

میل شرعی:١٨٢٨،٨٠ میٹر÷٤٠٠٠=٤٥،٧٢/خطوة÷٣=١٥،٢٤/قدم
میل انگریزی:١٦٠٩٣٤،٤÷٤٠٠٠=٤٠،٢٣٣٦/خطوة÷٣=١٣،٤١١٢اقدم

اَلْقَصَبَةُ

قصبة :وہ گھاس جسکے پورے اورگرہیں ہوں اسکی جمع قَصَب آتی ہے۔

الفیومی نے بتایا کہ:کل عشرة أذرع تسمی قصبة:دس ذراع کاایک قصبہ نام رکھا جاتا ہے

۔الماوردی نے کہا:القصبة ست أذراع [٢٢٨]قصبہ چھ ذراع کاہوتا ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں:ایک قصبہ ٦ /ذراع اوردوتہائی ذراع کاہوتا ہے۔

فقہاء کی اصطلاح کے مطابق :ایک قصبہ کی مقدار:ایک ذراع=١٨/انچ ×٦=١٠٨/اور١٨÷٣=٦×٢=١٢/١۔کا مجموعہ ×١٢٠/=(ایک سوبیس انچ)ایک قصبہ۔

المَرْحَلَةُ

لغت میں مرحلة: المسافة يقطعها السائر في نحو يوم أو ما بين المنزلين.[۲۲۹]۔ مرحلة اس مسافت کو کہتے ہیں کہ جسکو مسافر ایک دن میں طے کرتا ہے یا وہ مسافت جو دو منزلوں کے درمیان ہو، اسکی جمع مراحل آتی ہے۔

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: المرحلة: المنزلة يرتحل فيها وما بين المنزلين مرحلة.[۲۳۰] مرحلہ وہ جگہ ہے جہاں سے سفر کیا جاتا ہے دو منزلوں کے مابین ایک مرحلہ ہوتا ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں بھی تقریبا یہی معنی ہیں۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: قال في النهاية أي التقدير بثلث مراحل قريب من التقدير بثلاثة أيام لان المعتاد من السير في كل يوم مرحلة واحدة خصوصا في أقصر أيام السنة[۲۳۱]۔ نہایہ میں ہے کہ تین مرحلوں کے ساتھ متعین کرنا تین دن کے ساتھ جو متعین کیا جاتا ہے اس کے قریب قریب ہے، اس لئے کہ عادت یہ ہے کہ ہر دن ایک مرحلہ چلے خصوصا سال کے چھوٹے دنوں میں۔

ونقل عن الفتح :انه قيل يقدر باحد وعشرين فرسخا وقيل بثمانية عشرو قيل بخمسة عشر ،و كل من قدر منهااعتقد انه مسيرة ثلاثة أيام أى بناء على اختلاف البلدان.[۲۳۲]۔ فتح القدیر سے نقل کیا گیا ہے کہ کہا گیا کہ مرحلہ کو ۲۱/فرسخ کے ساتھ متعین کیا جائیگا ،اور بعض نے کہا ۱۸/فرسخ ،اور بعض نے ۱۵/فرسخ جس نے بھی متعین کیا اس نے یہ ہی سمجھا کہ وہ تین دن کی مسافت ہے مختلف علاقوں کے اعتبار سے۔

حنفیہ کے پاس ایک مرحلہ چھ فرسخ کا ہوتا ہے، بعض نے پانچ فرسخ بتایا اور بعض نے سات، فتوی پہلے قول پر ہے۔

سال کے چھوٹے دنوں میں چلنے کی مقدار کو حنفیہ کے پاس مرحلہ کہتے ہیں، پورے دن رات تک چلنا ضروری نہیں ہے بلکہ طلوع فجر صادق سے لیکر زوال تک چلنا کافی ہے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے ایک مرحلہ جو پانچ فرسخ کا ہوتا ہے اسکو ترجیح دی ہے، جیسا کہ آپکی اس عبارت سے واضح ہے: فقہاء حنفیہ کے مفتی بہ اقوال میں سے جو فتوی أئمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ کا

نقل کیا گیا ہے، وہ تقریبا اس کے بالکل مطابق ہے کیونکہ پندرہ فرسخ ۴۵ میل شرعی اور ۴۸ میل انگریزی سے کچھ زائد ہوتا ہے۔[۲۲۳]۔

ایک فرسخ = ۴،۸۲۸،۰۳۲ × ۵ = ۲۴،۱۴۰،۱۶/(چوبیس کلومیٹر ایک سو چالیس میٹر سولہ انچ) = ایک مرحلہ

المِیل

حدثنی مقداد بن اسود قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول : تدنی الشمس یوم القیامة من الخلق حتی تکون منهم کمقدار میل ـ[۲۳٤] ـ حضرت مقداد بن اسواد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: قیامت کے دن سورج مخلوق کے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ ایک میل کی مقدار میں رہے گا۔

ابن منظورؒ لکھتے ہیں: والمیل من الأرض قدر منتهی مد البصر، والجمع أمیال و میول ،وقیل للأعلام المبنیة علی طریق مکة أمیال لأنها بنیت علی مقادیر مدی البصر من المیل إلی المیل و کل ثلاثة أمیال منها فرسخ.[۲۳۵]

میل اصل لغت میں منتہاء بصر کو کہتے ہیں، اسکی جمع امیال اور میول آتی ہے، مکہ کے راستے میں جو نشانیاں بنائیں گئی ہیں انکو امیال کہا جاتا ہے کیونکہ ایک میل سے ایک میل منتہاء بصر کی دوری پر بنایا گیا ہے اور ان میں سے ہر تین میل ایک فرسخ ہے۔

اصطلاح فقہاء میں: ایک تہائی فرسخ کو میل کہا جاتا ہے۔

<u>میل کی مقدار میں علماء حنفیہ کے چھ قول ہیں:</u>

(۱) چار ہزار گز	(۲) تین ہزار گز	(۳) چار ہزار قدم
(۴) ساڑھے تین سے چار ہزار گز	(۵) میل شرعی ۲۰۰۰ گز	(۶) میل انگریزی ۱۷۶۰ گز

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: الغرض ثابت ہوا کہ قول راجح اور مختار اور معتمد یہی ہے کہ میل چار ہزار گز کا ہے جسمیں گز متأخرین کا اعتبار کر کے چوبیس انگشت کا قرار دیا گیا ہے، جو انگریزی

گز سے نصف یعنی اٹھارہ انچ ہے، آگے حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں: اور جب یہ ثابت ہوگیا تو میل کے بارے میں قول مختار فقہاء کرام کا یہ ہے کہ: چوبیس انگشت کے گز سے چار ہزار گز کا ایک میل ہے تو انگریزی گز سے دو ہزار گز کا میل شرعی ہوا، کیونکہ چوبیس انگشت کا ذراع ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ کا ہے، جیسا کہ ذراع کی تحقیق میں بحوالہ چکرورتی گذر گیا۔

دو صفحات کے بعد حضرت تحریر فرماتے ہیں: محققین علماء ہندوستان نے اڑتالیس میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دیا ہے، فقہاء حنفیہ کے مفتی بہ قول میں سے جو فتوی ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ نقل کیا گیا ہے وہ تقریبا اس کے بالکل مطابق ہے کیونکہ پندرہ فرسخ کے پینتالیس میل شرعی ہوتا ہے اور شرعی میل انگریزی میل سے دو سو چالیس گز بڑا ہے تو پینتالیس میل شرعی اڑتالیس میل انگریزی سے کچھ زیادہ متفاوت نہیں ہے۔

اور اڑتالیس میل انگریزی کلومیٹر کے حساب سے میل انگریزی ۴۸ = ۷۷ء۲۴۸۳۶ یعنی سوا ستتر کلومیٹر ہے۔

ملاحظہ:- میں نے متقدمین کی کتابوں میں بہت تلاش کیا کہ کہیں میل شرعی کا نام ملجائے، لیکن مجھے تادم تحریر نہیں ملا۔ (از مؤلف)

چونکہ ہندوستان کے علماء اس قول پر فتوی دیتے آرہے ہیں اسلئے اس میں زیادہ مزید تفصیل کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی. ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلومیٹر کا حساب شہر کے حدود سے لگانے کا فتوی دیا ہے بس اڈہ یا ریلوے اسٹیشن سے نہیں۔

حضرت مفتی شبیر صاحب زید مجدہم نے اپنی تالیف ایضاح المسائل میں سفر شرعی کے متعلق اچھی تفصیل لکھی ہے، اسکو ان ہی کے الفاظ میں شکریہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

سفر شرعی کی مسافت پر سیر حاصل تحقیقی بحث

مسافت سفر کے بارہ میں شامی وغیرہ معتبر کتب فقہ میں چار اقوال نقل کئے گئے ہیں: ۶۳/ میل ۵۴/ میل ۴۸/ میل ۴۵/ میل. [شامی کراچی: ۱۲۳/۲] لیکن اکابر فقہاء و اہل فتوی نے ۴۸/ میل کو ترجیح دی ہے اور ۴۸/ میل شرعی موجودہ زمانہ کے حساب سے ۸۷/ کلومیٹر ۷۸۲/ میٹر ۴/ سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔ اگر میل شرعی کا اعتبار کیا جائے تو میٹروں کے حساب سے ۸۲/ کلومیٹر ۲۹۶/ میٹر مسافت سفر بنتی

ہے۔تو معلوم ہوا کہ شرعی لحاظ سے ۸۲رکلومیٹر ۲۹۶رمیٹر سے کم کی مسافت میں قصر جائز نہ ہوگا۔اور بعض اکابر سے ۴۸رمیل انگریزی بھی منقول ہے اور ۴۸رمیل انگریزی موجودہ میٹروں کے حساب سے ۷۷رکلو میٹر ۲۴۸رمیٹر ۵۱رسینٹی میٹر ۲رملی میٹر کا ہوتا ہے اگر اس قول پر کوئی عمل کرتا ہے تو ان اکابر کے قول کے اعتبار سے صحیح مانا جاسکتا ہے۔جنھوں نے ۴۸رمیل انگریزی مرادلیا ہے۔لیکن فقہ کی کسی کتاب میں اسکی کوئی صراحت نہیں ملتی ہے۔اس لئے شرعی میل کالحاظ رکھتے ہوئے ۸۲رکلومیٹر ۲۹۶رمیٹر سے کم کی مسافت میں قصر نہیں کرنا چاہئے۔

اہل ذوق حضرات کے لئے مفید بحث وتحقیق

میلوں کا میٹروں کے ساتھ جو حساب لگایا جارہا ہے وہ تخمینہ نہیں ہے بلکہ تحقیق اور ایٹمی حساب ہے۔جس میں کمی زیادتی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ا-گز=(۹۱٫۴۴) سینٹی میٹر یعنی (۹۱) سینٹی میٹر (۴) ملی میٹر (۴) سوت ہوتا۔
ا-گز=(۹۱۴) ملی میٹر (۴) سوت=(۹۱۴۴) سوت
ا-میٹر=(۱۰۰) سینٹی میٹر=(۱۰۰۰) ملی میٹر=(۱۰۰۰۰) سوت
ا-میل شرعی=(۲۰۰۰) گز=(ا) کلومیٹر (۸۲۸) میٹر (۸۰) سینٹی میٹر۔
ا-میل انگریزی=(۱۷۶۰) گز=(ا) کلومیٹر (۶۰۹) میٹر (۳۴) سینٹی میٹر (۴) ملی میٹر

نوٹ:- یہاں آسانی کے لئے سوت کی اصطلاح احقر نے اپنی طرف سے بڑھائی ہے۔

مزید وضاحت:

ا-میل شرعی=(۲۰۰۰)=گز (۱۸۲۸) میٹر (۸۰) سینٹی میٹر۔
(۲۰۰۰) گز=(۱۸۲۸۸) ڈیسی میٹر=(۱۸۲۸۸۰) سینٹی میٹر۔
(۲۰۰۰) گز=(۱۸۲۸۸۰۰) ملی میٹر=(۱۸۲۸۸۰۰۰) سوت۔
ا-میل انگریزی=(۱۷۶۰) گز=(ا) کلومیٹر (۶۰۹) میٹر (۳۴) سینٹی میٹر (۴) ملی میٹر
(۱۷۶۰) گز=(۱۶۰۹۳۴۴) ملی میٹر=(۱۶۰۹۳۴۴۰ (سوت)

حضرات فقہاء نے چار قول نقل کئے ہیں: ۱۵رفرسخ ۱۶/ ۱۸رفرسخ ۲۱رفرسخ۔

جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

ا؍فرسخ-۳ میل--۶۰۰۰ گز=۵ کلومیٹر ۴۸۶ میٹر ۴؍ڈیسی میٹر

۱۵-فرسخ=(۴۵) میل=(۹۰۰۰۰) گز=(۸۲) کلومیٹر(۶۹۶) میٹر مسافت سفر۔

۱۶-فرسخ=۴۸ میل=(۹۶۰۰۰) گز=(۸۷) کلومیٹر(۷۸۲) میٹر(۴۰) سینٹی میٹر۔

۱۸-فرسخ=(۵۴) میل=(۱۰۸۰۰۰) گز=(۹۸) کلومیٹر(۷۵۵) میٹر(۲۰) سینٹی میٹر۔

۲۱-فرسخ=(۶۳) میل=(۱۲۶۰۰۰) گز=(۱۱۵) کلومیٹر(۲۱۴) میٹر (۴۰) سینٹی میٹر۔

۴۸؍اور ۴۵؍میل کا حساب ملی میٹر سے:

۴۸ میل شرعی=(۸۷) کلومیٹر(۷۸۲) میٹر(۴۰) سینٹی میٹر مسافت سفر

۴۸ میل شرعی=(۸۷۷۸۲۴۰۰) ملی میٹر مسافت شرعی۔

۴۸ میل انگریزی=(۷۷) کلومیٹر(۲۴۸) میٹر(۵۱) سینٹی میٹر(۲) ملی میٹر

۴۸ میل انگریزی=(۷۷۲۴۸۵۱۲) ملی میٹر۔

۴۵ میل شرعی=(۸۲) کلومیٹر(۲۹۶) میٹر=(۸۲۶۹۶۰۰۰) ملی میٹر

۴۵ میل انگریزی کا کوئی قول نہیں اس لئے اس کا حساب چھوڑ دیا ہے۔(۶۳) میل اور (۵۴) میل شرعی جس کی تفصیل اوپر فرسخ کے تحت آچکی ہے نیز معمول بہ نہیں ہے۔[۲۳۶]۔

گز اور میٹر میں تناسب:

۱۰؍سوت=ا؍ملی میٹر	ا؍گز=۹۱۴۴؍سوت
۱۰؍ملی میٹر=ا؍سنٹی میٹر	ا؍گز=۹۱۴ ملی میٹر ۴ سوت
۱۰؍سینٹی میٹر=ا؍ڈیسی میٹر ۱۰؍ڈیسی میٹر=ا؍میٹر= ۱۰؍میٹر=ا؍ڈیکا میٹر ۱۰؍ڈیکا میٹر=ا؍ہکٹو میٹر	ا؍گز=۹۱ سینٹی میٹر ۴؍ملی میٹر ۴؍سوت ا؍گز ۹ ڈیسی میٹر ا؍سینٹی میٹر ۴؍میٹر ۴؍سوت ا؍گز ۴۴، ۹۱ سینٹی میٹر ۱۰؍ہیکٹو میٹر=ا؍کلومیٹر

بشکریہ ایضاح المسائل مؤلفہ حبینا الشیخ مفتی شبیر احمد قاسمی.

ملاحظہ: بعض حضرات نے ۸۲؍کلومیٹر ۲۹۶؍میٹر کو سفر شرعی کی مسافت اور اس کو راجح بتایا ہے جو جمہور علماء اور اکابر علماء ہند کے قول اور فتوی کے بالکل خلاف ہے۔حضرت مولانا مہربان علیؒ بڑوتی نے اپنے رسالہ

شرعی مسافت میں جن بزرگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے ۷۷ء۲۴۸۳۶ رکلو میٹر (سواستتر کلو میٹر) کو مسافت شرعی بتایا ہے۔صرف ان کے ناموں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی رائے سے ان اکابر کے قول کی طرف رجوع فرمالیں۔شاید ان حضرات کے سامنے مولانا مہربان علیؒ صاحب کا رسالہ موجود ہو۔

چنانچہ ایک مولانا صاحب تحریر فرماتے ہیں :اور ’’بعض اکابر سے ۴۸ رمیل انگریزی بھی منقول ہے‘‘(انتہی کلامہ)۔

مجھے تعجب ہے کہ بعض کے مقابلہ میں اکثر وہ کونسے اکابر ہیں جنہوں نے اڑتالیس میل شرعی کو ترجیح دی ہے۔خود مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ (صاحب احسن الفتاوی) نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا اور جمہور علماء ہند کے قول پر فتوی دیا۔

اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ایک ملفوظ شرعی مسافت سے نقل کر دینا مناسب ہوگا۔

ایک مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ پورا سفر شرعی چھتیس میل کا ہوتا تھا،اب جو میں نے اس کو بعض احباب سے نقل کیا تو انہوں نے یوں کہا: تجھے غلط یاد ہے۔چھتیس کوس کا سفر شرعی ہوتا ہے۔غالبا حضرت کو سنا ہوا یاد ہوگا،فرمایا: یہی ٹھیک ہے۔ہمارے اکابر یہی فرمایا کرتے تھے،کہ چھتیس کوس یعنی اڑتالیس میل انگریزی کا سفر شرعی ہوتا ہے،اور یہی اپنا عمل ہے۔معلوم نہیں چھتیس میل آپ کو کیوں یاد ہے (شرعی مسافت از افادت الیومیہ اول: ۴۸ رمطبوعہ تھانہ بھون)۔حضرت تھانویؒ کے اکابر کون تھے؟ وہ معلوم ہیں.

<u>،،سفر شرعی،، ۴۸ رمیل ہے کے قائلین علماء واکابرین حضرات:</u>

بہر حال اب ان علماء و اکابر کے اسماء گرامی پیش کئے جاتے ہیں جو سفر شرعی کو ۴۸ رمیل انگریزی =۷۷ء۲۴۸۳۶ یعنی سواستتر کلومیٹر کے قائل ہیں[۲۳۷]۔

۱	حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی صاحبؒ بانی دارالعلوم دیوبند
۲	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ
۳	حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ
۴	حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن صاحبؒ

۵	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ
۶	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ
۷	حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ گنگوہی
۸	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحبؒ لاجپوری
۹	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
۱۰	حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادؒ
۱۱	حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دیوبندؒ
۱۲	حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ دیوبند
۱۳	حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ دیوبند
۱۴	حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ سہارنپور
۱۵	حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ سہارنپور
۱۶	حضرت مولانا مفتی مجد القدوس صاحب مدظلہ سہارنپور
۱۷	حضرت مولانا مفتی محمد یحی صاحبؒ سہارنپور
۱۸	حضرت مولانا مفتی اسرار صاحب مدظلہ جلال آباد
۱۹	حضرت مولانا عبدالرشید محمود صاحب مدظلہ
۲۰	حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب مدظلہ جلال آباد
۲۱	حضرت مولانا عبداللہ صاحب مدظلہ جونپور
۲۲	حضرت مولانا برہان الدین صاحب مدظلہ لکھنؤ
۲۳	حضرت مولانا نور الحسن راشد صاحب مدظلہ کاندھلہ
۲۴	حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری صاحب مدظلہ وقف دیوبند
۲۵	حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب احسن الفتاوی

البتہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری کا عمل ۳۶ رمیل انگریزی پر بھی رہا ہے۔

(تذکرۃ الخلیل:۲۹۱)اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا بھی فتوی ہے(کفایت المفتی: ۳۵۳/۳)لیکن تعلیم الاسلام میں ۴۸/میل انگریزی لکھا ہے۔شاید حضرت نے رجوع فرمالیا ہو۔حضرت مولانا عبدالحی اور مولانا عبدالشکور صاحبؒ کا اختلاف تو علماء کے علم میں ہے۔

یہ تمام تفصیلات حضرت مرحوم مولانا مہربان علی صاحبؒ بڑوتی کے رسالہ سے نقل کی گئی ہیں.

باب چہارم

متفرقات

مہر کی کم از کم مقدار:

شامی میں ہے:باب المهر اقله عشرة دراهم لحديث البيهقي وغيره لا مهر أقل من عشرة دراهم قال الشامي رواه البيهقي بسند ضعيف ورواه ابن أبي حاتم وقال الحافظ ابن حجر : انه بهذا الاسناد حسن كما في فتح القدير في باب الكفائة ۔[۲۳۸] مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے بیہقی کی حدیث کی وجہ سے "نہیں ہے مہر دس درہم سے کم" علامہ شامی نے کہا: اسکو امام بیہقی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے، اور اسکو ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے حافظ ابن حجر نے فرمایا انکی سند حسن ہے جیسا کے فتح القدیر میں ہے۔

حنفیہ کے نزدیک: کم از کم مہر دس درہم ہے اور ایک درہم (۳٫۰۶۱۸) تین گرام، اور اکسٹھ ملی گرام اور آٹھ میکرو ملی گرام ہے۔ (عام طور سے حساب کرنے والے آسانی کیلئے ایک ملی گرام کے آٹھویں حصہ کو دس شمار کر کے باسٹھ ملی گرام کر لیتے ہیں) اور اس کو دس سے ضرب دینگے تو تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام ہوگا.(۳۰٫۶۱۸) لہذا اگر چاندی اس مقدار میں یا اس کی قیمت ادا کر دی جائے تو مہر ادا ہو جائیگا۔

مہر فاطمی:

مہر فاطمی جسکی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے(كما في عامة روايات الحديث) ایک درہم کا وزن=۳٫۰۶۱۸×۵۰۰=۱۵۳۰٫۹۰۰ (ڈیڑھ کلو تیس گرام نو سو ملی گرام) چاندی ہے۔[۲۳۹]

بعض حضرات نے مہر فاطمی کی مقدار (۴۸۰) چار سو اسی درہم بتائی ہے اس حساب سے (۱۴۶۹٫۶۶۴) ایک کلو چار سو انہتر گرام چھ سو چونسٹھ ملی گرام ہوگا۔

نجاست غلیظہ کتنی معاف ہے:

اگر نجاست دلدار ہو جیسے گوبر وغیرہ تو چھینٹوں کے مجموعہ کا وزن بقدر ایک مثقال=(۵) ماشہ=(۴٫۸۶) گرام یا اس سے کم ہو تو نماز ہو جائیگی، پھیلاؤ میں خواہ وہ کتنی ہی زیادہ ہو، اگر پتلی نجاست ہو مثلا نجس پانی یا پیشاب وغیرہ تو پھیلاؤ میں ہتھیلی کے گہراؤ کے برابر معاف ہے۔

حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے ہتھیلی کے گہراؤ کی وسعت معلوم کرنے کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ چلو میں پانی بھر کر ہتھیلی کو پھیلا دیا جائے جتنی جگہ میں پانی ٹھیرا رہے اتنی وسعت مراد ہے اکابر نے اسکی مقدار ایک روپیہ کے برابر تحریر فرمائی ہے۔ مگر آجکل دھات کا روپیہ بالکل غائب ہو چکا ہے، اور ہتھیلی کی پیائش آسان نہیں اسلئے اسکی پیائش کو ضبط کرنے کی ضرورت محسوس کر کے بندہ نے بطریق مذکور متعدد بار احتیاط سے پیائش کی تو قطر = (۱ء۱) انچ = ۲ء۷۵ سینٹی میٹر ہوا، اس کے بعد اتفاق سے ایک روپیہ دھات کا مل گیا تو اسکا قطر بھی اسی کے مطابق پایا، لہذا درہم کی کل پیائش مربع (۱/۲) قطر × پائی = (۰ء۹۵) انچ = (۵ء۹۴) سینٹی میٹر ہوئی [۱٤۰]۔

نوٹ:- صاحب احسن الفتاوی کا حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے اوزان درہم و دینار سے اختلاف ہے۔ زندگی نے بقا کیا تو ان شاء اللہ تعالی آئندہ ایڈیشن میں اسکی تفصیلات بیان کرونگا۔

مقعد پر کتنی نجاست لگی رہ جانے سے نماز ہو جاتی ہے

سوال: پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد اور ڈھیلے سے صاف کرنے کے بعد پانی سے نہ دھویا اور بغیر دھوئے وضو کر کے نماز پڑھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر پیشاب مخرج سے تجاوز کر گیا اور زائد کی مقدار ایک درہم (قطر = ۱ء۱ انچ = ۲ء۷۵ سینٹی میٹر اور کل پیائش = (۰ء۹۵) انچ = ۵ء۹۴ سینٹی میٹر) سے زائد نہیں ہوئی تو بغیر دھوئے صرف ڈھیلا استعمال کر لینے سے نماز ہو جائیگی۔

اور پاخانہ کا حکم یہ ہے کہ (ڈھیلے وغیرہ) سے استنجاء کرنے کے بعد اگر مخرج سے متجاوز نجاست کا وزن ایک مثقال (۵ ماشہ = ۴ء۸٦ گرام) یا اس سے کم ہو تو نماز ہو جائیگی، اگر چہ پھیلاؤ میں ایک درہم سے بھی زیادہ ہو۔

مخرج سے متجاوز نجاست قدر درہم سے زائد ہو تو بلا عذر اسے نہ دھونا مکروہ تحریمی ہے، اور بقدر درہم یا اس سے کم ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ [۲٤۱]

دہ در دہ حوض کی پیائش

مربع حوض: حوض دہ در دہ کی تعریف یہ ہیکہ اسکا کل رقبہ (طول و عرض) کا حاصل ضرب سو ذراع = ۲۲۵ فٹ = ۲۰ء۹ میٹر ہو۔

گول حوض: گول حوض کا رقبہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے، مربع (۱/۲ قطر) × پائی اس لئے گول حوض کا قطر (۱٦ء۹۳ فٹ = ۵ء۱٦) میٹر ہو تو ایسا حوض دہ در دہ ہوگا، عمق کا اعتبار نہیں۔

قبلہ سے کتنا پھر جانا مفسد صلوۃ نہیں:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا: علماء امت وفقہاء ملت نے قاطبۃ بلا اختلاف تصریح فرمائی ہے کہ سمت قبلہ کا دارومدار آلات رصدیہ وحسابات ریاضیہ پر نہیں، بلکہ اس میں مساجد قدیمہ کا اتباع وتوافق کافی ہے، جن کی بناء امارات وعلامات عرفیہ پر ہے، اگرچہ قواعد ہیئت کی روسے اون میں سمت حقیقی سے کچھ انحراف بھی ہو، جس میں اصل قاعدے سے ربع دائرہ (۹۰ درجہ) کے قریب تک یعنی دونوں جانب ثمن ثمن دائرہ تک (۴۵-۴۵) اور بنا بر احتیاط بین المغربین یعنی ہر دو طرف (۲۴) درجہ مجموعہ (٤٨) درجہ تک گنجائش ہے [٢٤٢]

لہذا اگر اتنا یا اس سے کم انحراف ہو جائے تو نماز درست ہو جائیگی۔

طلوع کے بعد غروب سے قبل مکروہ وقت کی مقدار:

سوال: طلوع آفتاب سے کتنی دیر بعد اور غروب آفتاب سے کتنی دیر پہلے تک نماز پڑھنا جائز ہے، کیا وقت کی کوئی ایسی مقدار موجود ہے جو ہر جگہ معتبر ہو، کوئی ایسا ضابطہ بتادیا جائے پوری دنیا میں ہر جگہ کام آسکے

جواب: باسم ملهم بالصواب : اس بارے میں اصل ضابطہ جو پوری دنیا کیلئے کارآمد ہے وہ یہ ہے کہ جب تک آفتاب، طلوع کے بعد اس کیفیت پر رہے کہ اس کو دیر تک دیکھنے میں آنکھوں کو دشواری اور خیرگی نہ ہو اس وقت تک نماز پڑھنا جائز نہیں، اسی طرح عصر میں جب یہ کیفیت ہو جائے تو نماز مکروہ ہے إلا عصر یو مہ، مگر یہ معیار اسوقت صحیح ہوگا، جب مطلع پر ابر اور غبار وغیرہ نہ ہو ورنہ کیفیت مذکورہ عوارض کی وجہ سے بہت دیر تک حتی کہ بعض ایام میں دوپہر تک رہتی ہے، اور بعض علاقوں میں دن بھر آفتاب کی روشنی میں تیزی نہیں آتی، ایک دوسرا معیار بھی فقہاء رحمہم اللہ نے تحریر فرمایا ہے، وہ یہ کہ جب آفتاب طلوع کے بعد افق سے ایک رمح (نیزہ) کی مقدار بلند ہو جائے تو نماز پڑھنی درست ہے، اسی طرح عصر کے بعد جب آفتاب کی بلندی افق سے ایک رمح کی مقدار سے کم ہونے لگے تو نماز درست نہیں إلا عصر یو مہ۔

رمح کی مقدار بارہ بالشت ہے: قال العلائیؒ فی بیان وقت العصر مالم يتغير ذكاء بان لاتحار العين فيها في الاصح ، وابن عابدينؒ صححه فى الهداية وفي الظهيرية إن أمكنه اطالة النظر فقد تغيرت وعليه الفتوى ، وفي النصاب وغيره وبه نأخذ ، وهو قول أئمتنا الثلاثة

ومشائخ بلخ وغيرهم وكذا في الفتاوى الصوفية (الى قوله) وقيل حد التغير أن يبقى للغروب أقل من رمح ، وقيل ان يتغير الشعاع على الحيطان كما في الجوهرة ابن عبد الرزاق۔

وقال ابن عابدين أيضا قوله مع شروق : وما دامت العين لاتحار فيها فهي في حكم الشروق كما تقدم في الغروب أنه الاصح كما في البحر أقول ينبغي تصحيح ما نقلوه عن الأصل للامام محمدؒ من انه مالم ترتفع الشمس قدر رمح فهى فى حكم الطلوع لأن أصحاب المتون مشوا عليه فى صلوة العيد حيث جعلوا أول وقتها من الإرتفاع ولذا جزم به فى الفيض ونور الإيضاح ۔وقال فيه أيضا (قوله قدر رمح)هو اثنا عشر شبرا.

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اصل اعتبار آفتاب کی روشنی کا ہے اور قدر رمح سے اسی کی تخمین کی جاسکتی ہے کما یظهر من قول ابن عابدینؒ وقیل حد التغیر أن یبقی للغروب أقل من رمح ، درلبۃ میں بھی تغیر شمس کو معیار قرار دینے کی وجہ معقول ہے اور قدر رمح کو مقصود بالذات قرار دینا غیر معقول ہے، إلا أن یوجه بأنه قد یعطی لقرب الشمس حکم الشمس فقدروا القرب بما دون الرمح ولکن تقدیرا الفاصل بین القرب والبعد بالرمح أیضا یحتاج الی وجه ۔

اگر قدر رمح کا مستقل قول ہونا تسلیم کرلیا جائے تو بھی تغیر شمس کا قول راجح ہوگا لکونہ موجہا، قدر رمح کی بجائے آفتاب میں تغیر کا معلوم کرنا سہل بھی ہے۔

غرضیکہ اصل اعتبار روشنی کا ہے اگر کبھی فضائی اثر کی وجہ سے روشنی کا اندازہ نہ ہوسکے تو قدر رمح سے اندازہ کیا جائے اصل معیار تو یہی دو ہیں جو ذکر کیے گئے کیونکہ یہ پوری دنیا کے لئے ہیں، انکے پہچاننے میں نہ کسی آلہ کی ضرورت ہے نہ گھڑی کی حاجت ہے، ہر عام وخاص انکو پہچان سکتا ہے، اسلام کا دین فطرت اور عالم گیر ہونا بھی ایسے ہی معیار کو مقتضی ہے وقت کی کوئی ایسی مقدار متعین نہیں کی جاسکتی جو ہر جگہ چل سکے کیونکہ مختلف مقامات اور مختلف موسموں میں اس وقت کی مقدار کا مختلف ہونا ضروری امر ہے بڑے شہروں میں چونکہ طلوع وغروب کے وقت کا مشاہدہ مشکل ہے اس لئے اسکا کوئی معیار متعین کرنیکی ضرورت ہے چند سال پیشتر (۲۵ء۸) عرض البلد میں بندہ نے دوسرے علماء کی معیت میں مشاہدہ کیا تو طلوع سے دس منٹ بعد اور غروب سے پندرہ منٹ پہلے کا فیصلہ کیا گیا مگر یہ یاد نہیں رہا کہ یہ مشاہدہ کس تاریخ میں کیا گیا تھا اس لئے اس سے کوئی معیار مقرر نہیں کیا جاسکتا، گذشتہ رمضان میں اس مقصد کے لئے بندہ مدرسہ محمدیہ نزد مخدوآدم (طول ۶۸ء۷، عرض ۲۵ء۸) کا سفر کیا مگر ابر کی وجہ سے مشاہدہ نہ ہوسکا بالآخر مولوی صدیق

صاحب مہتمم مدرسہ محمدیہ کے ذمہ لگایا گیا کہ وہ (۲۱،۲۲،۲۳) ستمبر کو اپنے ساتھ کم از کم دو اور سمجھدار افراد کو لیکر تین روز تک مسلسل صبح وشام مشاہدات کریں۔

چنانچہ حسب ہدایت مشاہدات سے ثابت ہوا کہ طلوع سے نو منٹ بعد آفتاب میں معہود تمازت آگئی اور غروب سے تیرہ منٹ قبل مکروہ وقت شروع ہوا، یہ فیصلہ بہت احتیاط سے کیا گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مکروہ وقت دونوں جانب اس سے بھی کچھ کم تھا بندہ نے مثلث کروی کے حساب سے وقت مذکور میں آفتاب کا زاویہ ارتفاع معلوم کیا تو (نو منٹ=۱٫۴)، اور (تیرہ منٹ=۲٫۳) ہوا

اس تخریج میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ طلوع وغروب کے وقت آفتاب افق (۸٫ نیچے ہوتا ہے مگر زاویہ ارتفاع افق حقیقی (۹۰) سے لیا گیا ہے زاویہ ارتفاع کی تعیین کے بعد ہر مقام اور ہر موسم میں وقت مکروہ کا دائمی نقشہ تیار کیا جاسکتا ہے چنانچہ زاویہ ارتفاع (۱٫۴) کے مطابق کراچی میں مارچ اور ستمبر میں طلوع کے بعد نو منٹ اور جون اور دسمبر میں گیارہ منٹ پر مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا مکروہ وقت زیادہ سے زیادہ غروب سے سولہ منٹ قبل شروع ہو جاتا ہے۔[۲٤۳]

چاندی اور سونے کا نصاب:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کہ یہ متفق علیہ ہے کہ چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے اور تحقیق مذکور سے ثابت ہوگیا کہ ایک درہم کا وزن تین ماشہ ایک رتی اور ایک پانچواں حصہ رتی کا ہے تو حساب نکالنے سے واضح ہوگیا کہ چاندی کا نصاب باون تولہ چھ ماشہ ہے۔

۳٫۰۶۱۸درہم×۲۰۰=۶۱۲٫۳۶۰ (چھ سو بارہ گرام تین سو ساٹھ ملی گرام) **چاندی کا نصاب**۔[۲٤٤]

اسی طرح یہ بھی مسلم ہے کہ سونے کا نصاب شرعی بیس مثقال ہیں، اور تحقیق مذکور سے ثابت ہو چکا ہے کہ مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے تو نصاب سونے کا تولہ کے حساب سے ساڑھے سات تولہ ہوگیا جیسا کہ تیرھویں صدی کے بزرگان دھلی نے تحریر فرمایا ہے۔

ایک مثقال =۴٫۳۷۴×۲۰=۸۷٫۴۸۰ / (ستاسی گرام چار سو اسی ملی گرام) **سونے کا نصاب ہوتا ہے**۔

صدقۃ الفطر کا نصاب:

صدقۃ الفطر کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے۔ اور ایک صاع =۳٫۱۴۹٫۲۸۰÷۲=۱۵۷۴٫۶۴۰/
(ڈیڑھ کلو چوہتر گرام چھ سو چالیس ملی گرام ہوگا)۔

دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور اور دوسرے علمی مدارس کا یہی فتوی ہے۔[۲٤٥]۔

قسم کا کفارہ:

اگر کوئی قسم کھالے اور حانث ہوجائے تو اسکا کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہر ایک مسکین کو نصف صاع دیا جائیگا۔

نصف صاع: ۱۵۷۴٫۶۴۰×۱۰=۱۵٫۷۴۶٫۴۰۰/ (پندرہ کلو سات سو چھیالیس گرام چار سو ملی گرام)۔

و کفارته تحرير رقبة او اطعام عشرة مساكين قوله عشرة مسكين اى **تحقيقا او** تقديرا حتى لو اعطى مسكينا واحدا فى عشرة ايام كل يوم نصف صاع يجوز(**قوله كلا أي** يعطي كل يوم مسكينا بقدر الفطر أي صدقة الفطر[٢٤٦]۔

شرح وقایہ کے حاشیہ میں ہے: وهى نصف صاع من بر اوصاع من تمر او شعير على مامر تفصيله في موضعه،وهذا هو التقديري عندنا في جميع الكفارات ردا لغير المنصوص إلى المنصوص.[٢٤٧]

حنفیہ کے نزدیک تمام کفاروں میں نصف صاع گیھوں، یا ایک صاع کھجور یا "جو" واجب ہے۔

روزہ کا کفارہ:

روزہ دار اگر رمضان میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دے تو اس پر قضا کے ساتھ کفارہ واجب ہے کفارہ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے۔

ایک دن میں نصف صاع اور اس کی مقدار: ۱٫۵۷۴٫۶۴۰×۶۰=۹۴٫۴۷۸٫۴۰/ مجموعی مقدار: چورانوے/کلو چار سو اٹھتر/گرام چالیس/ملی گرام۔

مسجد کبیر وصغیر پیائش:

ہمارے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۳۸۵ھ میں سوال کیا گیا تھا کہ مسجد صغیر وکبیر پیائش کتنی ہوتی ہے؟

الجواب: چالیس ذراع لمبی چالیس ذراع چوڑی ایک قول میں ساٹھ ذراع۔ واللہ اعلم۔

ایک ذراع اٹھارہ انچ کا ہوتا ہے اس حساب سے ساٹھ فٹ لمبی اور ساٹھ فٹ چوڑی مسجد، مسجد کبیر کہلائیگی۔[۲٤۸]

عمامہ کی لمبائی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مشہور روایات میں نہیں ہے طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے علامہ بیجوری نے ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے علامہ جزری کہتے ہیں میں نے سیر کی کتابوں کو خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی، البتہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامہ کے تھے. ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا، علامہ مناوی کے قول کے مطابق سات ہاتھ کا، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ایک بڑا بارہ ہاتھ کا، صاحب مدخل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار سات ہی ہاتھ بتائی ہے۔[۲٤۹]

عمامہ کے سلسلہ میں تین روایات:

عمامہ کے سلسہ میں تین روایات علماء سے نقل کی گئی ہے. ٦-۷-۱۲ ذراع۔

٦ رذراع: دو میٹر اٹھائیس انچ کا ہوگا = ۱۰۸ رانچ
۷ رذراع: تین میٹر چھ انچ کا ہوگا = ۱۲٦ رانچ
۱۲ رذراع: پانچ میٹر سولہ انچ کا ہوگا = ۲۱٦ رانچ

آپ ﷺ کے اوڑھنے کی چادر چار گز لمبی اور دو گز ایک بالشت چوڑی ہوتی تھی، جو قمیص کی جگہ استعمال کی جاتی تھی۔

چاندی کی انگوٹھی:

شامی میں ہے: ولا یزید علی مثقال، وقیل لایبلغ به المثقال. [۲۵۰]

اورزیادہ نہیں کریگا ایک مثقال سے اور بعض نے کہا ایک مثقال تک نہیں پہونچے گا۔

عن عبد الله بن بريرة عن ابيه رضي الله تعالى عنه ان رجلا جاء الى النبي ﷺ وعليه خاتم من شبه فقال له مالي أجد منك ريح الأصنام فطرحه ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال مالي أجد عليك حلية أهل النار فطرحه فقال يا رسول الله من أى شيء أتخذه ؟ قال: اتخذه من ورق ولا تتمه مثقالا. [۲۵۱]

عبداللہ بن بریرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھکو کیا ہوا کہ تم سے بتوں کی بدبو کومحسوس کررہا ہوں۔ انہوں نے اسکو پھینکدیا، پھروہ لوہے کی انگوٹھی پہن کرآئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھکو کیا ہوا کہ میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں، انھوں نے اسکو پھینک دیا، اوردریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول کس چیز کی میں انگوٹھی بناؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چاندی کی لیکن ایک مثقال مکمل نہ کرنا۔

ایک مثقال: ۴ر گرام ۳۷۴ ملی گرام ہے۔ لہذا مرد کو اس سے زیادہ وزن والی انگوٹھی پہننے کی اجازت نہیں ہے، نیز دو انگوٹھیاں بھی نہ پہنے۔ [۲۵۲]

انگوٹھی میں نام یا حکمت کی باتیں لکھی جاسکتی ہیں جیسے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پر لکھا ہوا تھا	محمد رسول الله
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ	نعم القادر الله
حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ	كفى بالموت واعظا
حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ	لتصبرن او لتندمن
حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ	الملك لله
حضرت امام ابوحنیفہؒ	قل الخير وإلا فاسكت

حضرت امام ابو یوسفؒ	من عمل برأيه فقد ندم
حضرت امام محمدؒ	من صبر ظفر
حضرت اشرف علیؒ تھانوی	از گروہ اولیاء شرف علی(اشارہ حضرت علی کی طرف)

قبر کی گہرائی:

عالمگیری میں لکھا ہے: وينبغي أن يكون مقدار عمق القبر الى صدر الرجل، وسط القامة و كلما زاد فهو افضل [٢٥٣]

قبر کی گہرائی درمیانی آدمی کے سینہ تک ہونی چاہئے، جس قدر اضافہ ہو افضل ہے (اسی طرح الجواہر النیرۃ میں ہے)۔

وروى الحسن بن زياد عن ابي حنيفةؒ طول القبر على قدر طول الانسان وعرضه قدر نصف قامته ۔ حضرت حسن بن زیاد نے امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ قبر کی لمبائی انسان کے قد کے برابر اور اسکی چوڑائی اسکے قد کے نصف کے برابر ہوگی، المضمرات میں اسی طرح ہے۔

ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں قبر کی کم از کم گہرائی کی مقدار کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے: ويحفر القبر نصف قامة أو إلى الصدر وإن كان أزيد كان أحسن، لأنه أبلغ في الحفظ [٢٥٤]

قبر کا صندوق کم از کم نصف قد کے برابر گہرا ہونا چاہے، سینہ کے برابر گہرا ہو تو اچھا ہے۔

عام طور سے ہمارے علاقہ میں پانچ سے ساڑھے پانچ فٹ تک ایک انسان کی لمبائی ہوتی ہے، لہذا کم از کم قبر کی گہرائی پونے تین فٹ ہونا ضروری ہے۔ اور افضل یہ کہ چار فٹ تین انچ ہو، اور جتنا زیادہ ہو اتنا بہتر ہے۔

قبر کی لمبائی (٢٠٠) دو سو سینٹی میٹر یا دو میٹر ہونی چاہئے۔ آدمی کے لمبے اور چھوٹے ہونے کے اعتبار سے اسمیں کمی زیادتی کی جائیگی، قبر کی چوڑائی پچہتر سینٹی میٹر ہوگی۔

جنازہ کتنے قدم لیکر چلے:

جنازہ کو چار آدمی اٹھائیں، اور ہر اٹھانے والا چالیس قدم لے کر چلے ويسن أن يحملها أربعة رجال وينبغي لكل واحد حملها أربعين خطوة [٢٥٥]۔

مردکوریشم کا کپڑا :

مرد کے لئے ریشم کا کپڑااستعمال کرناجائز نہیں ہے،المنتقی میں ہے:ویحل للنساء لبس الحریرو لایحل للرجال إلا قدرأربع أصابع.

اور جائز ہے عورت کوریشم کا لباس پہننا اور حلال نہیں مردوں کومگر چار انگلیوں کی مقداراور ایک انگلی کی مقدار جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے:(۱٫۹۲۵) سینٹی میٹر ہے، چار کی مقدار۷٫۷۰۰ انچ ہوتی ہے،لہذا اسقدر ریشمی رومال یاگریباں وغیرہ میں یہ کپڑا مرواستعمال کرے تو جائز ہوگا۔

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی سرخ ریشمی چھوٹا سارومال پان صاف کرنے کے لئے رکھا کرتے تھے۔

حدودحرم:

۱-مکہ سے جدہ تک کی سمت دس میل،۲-جعرانہ کی جانب عبداللہ بن خالد کی گھاٹی کی سمت نو میل ۳-یمن کے راستہ پرمقام اضاۃ کی طرف سے سات میل،۴-مدینہ منورہ سے آتے ہوئے مقام تنعیم کے قریب تین میل.۵-عراق کی جانب سات میل،۶-عرفات کی طرف سے جبل مقطع میں سات میل۔ میلوں کی ابتداء حجراسود سے ہوتی ہے۔

الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:حد الحرم من جهة المدينة المنورة عند التنعيم وهو على ثلاثة أميال ويعرف الآن بمسجد عائشة ـ ومن جهة اليمن سبعة أميال عند أضاة لِبْن ـ ومن جهة جدة عشرة أميال عند منقطع الأعشاش لآخر الحديبية فهى من الحرم، ومن جهة الجعرانة تسعة أميال فى شعب عبد الله بن خالد، ومن جهة العراق سبعة أميال على ثنية بطرف جبل المقطع۔ومن جهة الطائف على عرفات من بطن نمرة سبعة أميال عند طرفة عرنة۔ وابتداء الاميال من الحجر الاسود۔

کعبۃ اللہ:

ازرقی نے "اخبار مکہ" میں لکھا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے لئے پہاڑی کی گھاٹی میں وہ جگہ منتخب فرمائی ہے جو زمزم کے قریب ہے۔

اونچائی	۹/ذراع	۱۶۲/انچ
چوڑائی	۲۲/۲۰/ذراع	۳۹۶/انچ
لمبائی	۳۲/۳۱/ذراع	۵۷۶/۵۵۸/انچ

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے پرانی بنیاد پر کعبہ کی جو عمارت تیار کی وہ پچھلی جانب سے گول تھی، اس کے دو کونے تھے، عمارت قد آدم اونچی تھی۔

سلطان مراد خان بن سلطان احمد خان کو موجودہ کعبۃ اللہ کے بنانے کا شرف حاصل ہوا اور وہ ۱۰۴۰ھ میں بنایا گیا۔

مصر کے ابراھیم رفعت باشاہ نے ۱۳۲۷ھ میں کعبہ کی پیائش کر کے لکھا ہے۔اس کی اونچائی ۵۴/فٹ، ۱۹/انچ ہے، حطیم کعبہ اور اس کے مقابل والی دیواریں ۳۵/فٹ لمبی ہے، جبکہ دروازہ والی اور اس کے مقابل کی دیوار ۴۰/فٹ لمبی ہے، دروازہ کی لمبائی ساڑھے چھ فٹ بلند ہے۔[۲۵۶]

کعبہ کے اندر سیڑھی ہے، جو اوپر چھت تک جاتی ہے کعبہ کی دو چھتیں ہیں جن کے درمیان ۲۵+۱ میٹر کا فاصلہ ہے، نچلی چھت لکڑی کی تھی ۱۳۷۷ھ میں ولی عہد فیصل نے دونوں چھتیں کنکریٹ سے بنوائیں۔

بیت اللہ کی بیرونی پیائش	۱۳+۲۰=۱۱+۲۷	میٹر
بیت اللہ کی اندرونی پیائش	۱۰+۱۵=۸۲۰۰	میٹر
بیت اللہ کی بیرونی اونچائی	۱۲+۹۶	میٹر
بیت اللہ کی اندرونی اونچائی	۸+۳۲	میٹر

حجر اسود کی مقدار:

زمانہ جاہلیت میں کعبہ کو خوشبو کی دھونی دی گئی تھی جس سے غلاف کعبہ کو آگ لگ گئی تھی اس سے حجر اسود جھلس گیا تھا۔

۶۴ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اموی فوج کے درمیان لڑائی میں خوفناک آگ سے حجر اسود کے تین ٹکڑے ہو گئے

شعبہ بن زبیر نے چاندی کے موٹے خول میں ان کو محفوظ کر دیا، ہارون الرشید نے ان میں سوراخ کرا کے چاندی سے مربوط کرایا۔

۳۱۷ھ میں قرامطہ مکہ پر قابض ہوئے جعفر بن فلاح معمار ۱۴ رذی الحجہ ۳۱۷ھ میں کدال مار کر حجر اسود کو اکھاڑ کر بحرین لے گیا، پھر ۱۰ رذی الحجہ ۳۳۹ھ سبر بن حسن قرامطی حجر اسود کو واپس لایا۔ ۹۱۹ھ میں ایک عجمی نے حجر اسود پر کدال سے حملہ کیا ۱۳۵۱ھ میں ایک افغانی نے حجر اسود کا ایک ٹکڑا توڑ دیا۔

اب حجر اسود تیس سنٹی میٹر کا ہے اس کا رنگ سیاہ سرخی مائل بیضوی شکل کا پتھر ہے جو چاندی کے مضبوط حلقہ میں ہے بعض تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پندرہ ٹکڑے ہیں۔ واللہ اعلم۔[۲۵۸]

چاہ زمزم

زمزم کے کنویں کی گہرائی	۱۴۰ رفٹ
زمزم کی سطح	۱۷ رگز ۶۱۲ رانچ

[۲۵۹]

مقام ابراہیم:

واذ جعلنا البيت مثابة للناس وأمنا واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى وعهدنا إلى إبراهيم وإسمعيل أن طهرا بيتي للطائفين والعكفين والركع السجود.[۲٦٠]۔ اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی، اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو کہ پاک کر کے رکھو میرے گھر کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے۔

سفید مرمر کے پتھر پر وہ پتھر رکھا ہوا ہے جس پر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کھڑے ہوکر کعبۃ اللہ کی تعمیر کی تھی، اور اس پر آپ کے نقش قدم ثبت تھے، اور یہ پتھر (۲۰) سنٹی میٹر اونچا ہے۔[۲٦١]

مقام ابراہیم کے متعلق علماء نے بیان کیا ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کی دعوت دی تھی، اور بیت اللہ شریف کا دروازہ اونچا کیا تھا۔[۲٦۲]

تقی فاسی نے شفاء الغرام میں قاضی عزالدین بن جماعۃ سے نقل کیا ہے کہ جب ۷۵۳ھ میں مکہ شریف میں ٹھیرا ہوا تھا اسوقت مقام ابراہیم کی بلندی کا حساب لگایا تو وہ ۸/۷ ذراع کا تھا، اور مقام ابراہیم کا بالائی حصہ ہر جہت سے (۴/۳) ذراع تھا، اور دونوں قدموں کی گھرائی چاندی سے اوپر (۲/۱-۷) قیراط تھا. قیراط مصر میں پیمائش کا ایک آلہ تھا۔[۲٦۳]

میدان سعی کی تفصیل:

لمبائی	۲/۱، ۳۹۴ میٹر
چوڑائی	۲۰/ میٹر
پہلی منزل کی بلندی	۱۲/ میٹر
دوسری منزل کی بلندی	۹/ میٹر

[۲٦٤]

جبل نور یا جبل حرا :

اس معظم ومکرم پہاڑ کے دو نام ہیں۔ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر جبل نور واقع ہے، جو شمال مشرق میں منی و عرفات کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پر سڑک سے کچھ دور ہے، اس کے بالمقابل جبل ثبیر ہے۔

یہ پہاڑ سطح سمندر سے ۲۰۰۰/ دو ہزار فٹ اونچا ہے، اس کے اوپر کی شکل گول برج کی طرح ہے۔
قدرتا اس کا رخ بیت اللہ کی طرف ہے، غار اندر سے تقریبا چار گز لمبا=۱۴۴/ انچ ہے، اور پونے دو گز چوڑا ہے=۶۰/ انچ، اوپر کی شکل گول برج کی طرح ہے. اونچا اتنا ہے کہ آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے، فرش مسطح ہے جس پر پاؤں پھیلا کر سویا جاسکتا ہے[۲٦۵]۔

غارِ ثور:

مکہ کے حدود میں یمن کے راستہ پر کوئی تین چار میل کے فاصلہ پر وہ پہاڑ ہے جس کو ثور کہتے ہیں ،سطح سمندر سے اس کی اونچائی ۳۲۰۰ رفٹ پر ہے، مکہ کی سطح سے ۱۲۰۰ رفٹ اونچا ہے، جبل ثور کا سلسلہ کم وبیش چار میل پھیلا ہوا ہے۔غار کا رقبہ تقریبا دو میٹر مربع ہے، دہانہ بہت تنگ ہونے کی وجہ سے ایک آدمی بڑی مشکل سے اندر داخل ہوسکتا ہے۔غار کے اندر کی بلندی پانچ چھ فٹ ہے، اور سات آٹھ آدمی بیٹھ سکتے ہیں.[٢٦٦]

عرفات کا میدان:

علماء متقدمین نے اس کی مسافت کو میلوں کے حساب سے بیان کیا ہے۔کلومیٹر کے حساب سے یہاں بیان کردینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد ازرقی نے اپنی متصل سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

حد عرفة من الجبل المشرف على بطن عرنة إلى الوصيق وإلى ملتقى الوصيق وإلى وادي عرفة: عرفہ کی حد بطن عرنہ کی جانب سے جو پہاڑ وہاں سے وصیق تک اور وصیق سے ملتقی تک ملتقی سے وادی عرفہ تک۔

عرفات کا میدان :

عرفات کی سرزمین حرم مکہ سے تقریبا ۲۲ رکلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، اور یہ مسافت مکۃ المکرمہ کے کتب خانہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی جگہ ہے، اب وزارۃ الحج والاوقاف کی بلڈنگ) سے مسجد الحرام کے راستہ سے گذرتے ہوے عزیزیہ اور مزدلفہ پر سے گذرتے ہوئے مسجد عرفہ تک کی مسافت ہے، اور یہ مسافت کار کے اندر جو میٹر ہوتا ہے اس سے لگائی گئی ہے۔

عرفات کی سرزمین کی مساحت: ۱۰/۴ر (دس کلومیٹر اور چار) میٹر ہے.

منی کے میدان کی حد

الموسوعۃ میں ہے: منی موضع قرب مكة، ويقال: بينه وبين مكة المكرمة ثلاثة أميال، ينزله الحجاج أيام التشريق، وسمي منى لما يمنى به من الدماء أي يراق۔

منی مکہ کے قریب ایک جگہ ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کے اور مکہ کے مابین تین میل کا فاصلہ ہے، حجاج ایام تشریق میں وہاں قیام کرتے ہیں، منی کو منی اسلئے کہا جاتا ہے، کہ وہاں خون بہایا جاتا ہے۔

كان ابن عمر رضي الله عنه يقول: قال عمر رضي الله عنه ألالا يبيتن أحدمن الحجاج وراء العقبة حتى يكونوا بمنى, ويبعث من يدخل من ينزل من الأعراب من وراء العقبة حتى يكونوا بمنى.[۲٦٧]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی رات نہ گذارے حاجیوں میں سے عقبہ کے پیچھے، تا کہ وہ سب منی میں رہیں۔ اور ایک شخص کو (حضرت عمرؓ) روانہ کرتے جو ان اعراب کو جو عقبہ کے پیچھے اترے ہوئے ہیں منی کے اندر داخل کرے تا کہ وہ منی کے اندر ہوجائیں۔

ابن جریج کہتے ہیں میں نے عطاؒ سے پوچھا کہ أين منى؟ قال: من العقبة إلى محسر، قال عطا فلا احب أن ينزل أحدبين العقبة إلى محسر.[۲٦٨]۔

منی کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا: عقبہ سے محسر تک

.عطا کہتے ہیں: میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی عقبہ اور محسر کی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قیام کرے۔

ان دونوں آثار سے معلوم ہوا کہ منی کی حد وادی محسر سے لیکر جمرۃ العقبہ تک ہے اور وہ وادی محسر اور جمرۃ العقبہ منی میں داخل نہیں ہیں۔

وتبلغ مساحة منى بحدودها الجغرافية (۸/۱٦) بما فيها السفوح الجبلة السهلية المبسطة وتختصر منى بين سلسلتين جبلتين من الجهتين الشمالية والجنوبية۔

جغرافی اعتبار سے منی کی حد آٹھ کلومیٹر اور سولہ میٹر ہوتی ہے اس میں پہاڑ کا دامن بھی اور پھیلی ہوئی کشادہ زمین کا علاقہ بھی داخل ہے اور منی منحصر ہے شمالی اور جنوبی دو پہاڑوں کے سلسلہ کے درمیان۔

مسجد الخیف:

شیخ تقی الدین الفاسی متوفی (۸۳۲ھ) نے اپنی تالیف ''شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام'' میں لکھا ہے: هو مسجد كبير مربع وفي قبلته أربع محارب غير محرابه الكبير، ثلاثة عن يساره

و واحد عن يمينه ومنبره درج عالية وفي مقدمه أربعة أروقة مسقوفة بأجر معقود بالنورة كالأطباق وله رواق أخر لاصق بجداره الذي يلي الطريق العظمى غير مسقوف ،وبابه الأعظم في نحو وسط هذا الجدار وله باب آخر في جداره المؤخر الذي يلي عرفات ونحو ختان في جداره الذي يلي الجبل وفي وسطه منارة مربعة -[٢٦٩]- یہ ایک بڑی مربع مسجد ہے جسکے قبلہ میں چار محراب ہیں اس کے بڑے محراب کے علاوہ تین اسکے بائیں طرف اور ایک داہنی جانب اور اسکا منبر اونچی سیڑھیوں والا ہے،اور اس کے شروع میں چار سائبان ہیں چھت والے ،چونے سے بنائے گئے پلیٹوں کی طرح ،اسکا ایک اور سائبان ہے جو اسکی دیوار سے ملا ہوا ہے جو بڑے راستے سے ملا ہوا ہے،جس میں چھت نہیں ہے،اور اسکا بڑا دروازہ اس دیوار کے درمیانی حصہ کے برابر ہے،اور اسکا مزید ایک دروازہ اسکی پچھلی دیوار میں جو عرفات سے ملا ہوا ہے،اور دو چھوٹے دروازے ہیں، اس دیوار میں ہیں جو پہاڑ سے متصل ہے اور اسکے بیچ میں ایک مربع مینار ہے۔

یہ پرانی تفصیلات ہیں،اب خادم الحرمین الشریفین الملک فہد بن عبدالعزیز/حفظہ اللہ نے اس میں جو اضافہ فرمایا ہے،وہ حجاج پر پوشیدہ نہیں ہے۔

مسجد نبوی ﷺ :

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:صلوۃ في مسجدي هذا خير من ألف صلوة في ما سواه من المساجد إلا المسجد الحرام . [٢٧٠]- ایک نماز میری مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازیں دوسری مسجدوں میں پڑھنے سے سوائے مسجد حرام کے۔

عصر رسالت میں مسجد نبوی کی پیائش کے متعلق چار روایات آئی ہیں:

(۱) ۷۰x۶۰/ذراع	(۲) ۱۰۰x۱۰۰/ذراع
(۳) ۱۰۰/ذراع سے کم	(۴) پہلی تعمیر سو ذراع سے کم تھی بعد میں اضافہ کیا گیا

علامہ نوویؒ نے حضرت زید بن خارجہ سے نقل کیا ہے جو فقہاء سبعہ میں سے ہیں کہ بنی رسول الله ﷺ مسجده سبعين ذراعا في ستين أو يزيد- نبی اکرم ﷺ نے اپنی مسجد کو ۷۰x۶۰/ بنایا کچھ زیادہ -عباس کرار مصری لکھتے ہیں کہ ایک ذراع تقریبا دو بالشت تھا-ایک روایت میں ہے کہ جب

حضوراقدس ﷺ نے اسے بنایاتو اسکی مساحت ۲۴۷۵ مربع میٹرتھی۔[۲۷۱]

مسجدنبویؐ میں اضافہ کرنے والے حضرات:

حضرت عمر بن خطاب رضي الله عنه	۱۱۰۰	میٹر
حضرت عثمان رضي الله عنه	۴۹۶	میٹر
خلیفہ ولید بن عبدالملک	۲۳۶۹	میٹر
خلیفہ مہدی عباسی	۲۴۵۰	میٹر
اشرف قایتبائی	۱۲۰	میٹر
خلیفہ عبدالحمید ثانی	۱۲۹۳	میٹر
کل مساحت سعودی حکومت سے قبل	۱۰۳۰۳	مربع میٹر
ملک عبدالعزیز	۶۰۲۴	میٹر
کل موجودہ پیائش	۱۶۳۲۷	مربع میٹر[۲۷۲]
الملک فہد بن عبدالعزیز	۹۸۵۰۰	مربع میٹر[۲۷۳]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی سیڑھیاں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تین سیڑھیوں والا تھا، ہمارے جنوب میں کچھ مسجدوں میں چار سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں، اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ اس کے متعلق حدیث نقل کر دی جائے۔

۱-تاریخ حرمین الشریفن مؤلفه عباس کرار مصری ترجمه الفلاح ، مطبوعه تاج کمپنی دهلی ۱۹۸۵ء

عبد العزيز بن حازم عن ابيه أن نفرا جاؤا إلى سهل بن سعد قد تماروا في الممبر من أي عود هو فقال:أما والله إني لأعرف من أي عود هو و من عمله،ورأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أول يوم جلس عليه قال:فقلت له يا ابا عباس فحدثنا قال أرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى إمرأةقال ابوحازم أنه ليسميها يو مئذ انظري غلامك النجار يعمل

لی أعوادا أكلم الناس عليها فعمل هذه الثلاث درجات.[٢٧٤]

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: وفيه تصريح بأن ممبر رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ثلاث درجات۔

عبدالعزیز بن حازم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، منبر کی لکڑی میں اختلاف کرر ہے تھے۔ وہ فرمانے لگے خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ کس لکڑی کا ہے، اور کس نے اس کو بنایا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس پہلے دن آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے انھوں نے کہا: میں نے عرض کیا ابو عباس بیان کیجئے، آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے پاس آدمی روانہ کیا، ابو حازم کہتے ہیں کہ ان دنوں انہوں نے اس عورت کا نام بتلایا تھا کہ تمہارے بڑھی غلام کو کہو کہ میرے لئے لکڑیاں جوڑ کر منبر بنائے۔

تاکہ میں اس پر بیٹھ کر لوگوں سے خطاب کروں، چنانچہ انھوں نے یہ تین سیڑھیاں بنائیں. علامہ نووی فرماتے ہیں: اس میں صراحت ہے کہ آپ کا منبر تین سیڑھیوں والا تھا۔

اس سلسلے میں بڑا اختلاف ہے کہ آپ کے منبر کو کس نے بنایا بعض نے کہا: اسکا نام باقوم تھا، بعض نے کہا: باقول تھا، بعض نے کہا: صباح، بعض نے کہا: میمون، بعض نے کہا: ابراہیم، بعض نے کہا: کلاب۔[٢٧٥]

__علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ کا منبر تین سیڑھیوں والا تھا :__

كان رسول الله ﷺ يخطب في المسلمين بمسجده الشريف وهو واقف عند احد الجزوع التي تحمل السقف ومتكئا على عصا من خشب (الدوم) ورأي المسلمون أن هذا الموقف يشق على رسول الله ﷺ ويتعبه فاقترحوا عليه ان يتخذ شيئا يجلس عليه ويستريح ،فوافقهم على ذلك فصنع له رجل يدعى كلاب كان في خدمة عمه العباس بن عبد المطلب منبرا من خشب الأثل يتألف من ثلاث درجات الأولى والثانية لصعوده والثالثة لجلوسه وارتفاعه ذراعان وثلاث أصابع وعرضه ذراع واحد وكان ذلك في السنة السابعة للهجرة.

آپ ﷺ مسجد نبوی میں ایک کھجور کے تنے کے پاس کھڑے ہو کر جس پر چھت رکی ہوئی تھی اور لکڑی کے ایک عصے پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، مسلمانوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے کھڑے ہونے سے آپکو تکلیف اور تھکن ہوتی ہے تو یہ تجویز پیش کی کہ کوئی چیز بنائی جائے جس پر آپ ﷺ جلوہ افروز ہوں

تو کلاب نامی ایک شخص نے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا اثل نامی درخت سے منبر تیار کیا جو تین سیڑھیوں والا تھا پہلی اور دوسری سیڑھی چڑھنے کیلئے اور تیسری سیڑھی بیٹھنے کے لئے اسکی اونچائی دو ذراع اور تین انگلیوں کی بقدر تھی اور اسکی چوڑائی ایک ذراع کی تھی، اور یہ سن سات ھجری میں ہوا۔

تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے: کہ آپ ﷺ کا منبر دو مرتبہ بنایا گیا اولاً سن دو ھجری میں ثانیاً سن سات ھجری میں۔

مسجدوں میں ھجرت کے کئی سال بعد بھی منبر نہیں بنائے گئے تھے (مسجد نبوی کے علاوہ) بلکہ خطیب ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، الفسطاط (مصر) میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مسجد میں منبر بنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو ختم کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے اسکو ختم کردیا۔ سن ۱۳۲ھ میں قرہ بن شریک نے حضرت عمرو بن العاص کی مسجد (مصر) میں منبر بنایا مسجد نبوی کے منبر کے بعد سب سے پرانا منبر یہی شمار کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کے منبر کی اونچائی:

۲/ذراع = ۳۶/انچ اور تین انگلیاں = ۵۷۷ء۴۱/انچ

حضور ﷺ کے منبر اور دیوار کے مابین ایک بکری کے گذرنے کا راستہ تھا۔ جیسا کہ حضرت سلمۃ بن الأکوع روایت کرتے ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے بذل المجھود میں لکھا ہے: وكان ممبر رسول الله ﷺ عن يمين المحراب اذا استقبلت القبلة ۔ حضور ﷺ کا منبر محراب کی داہنی طرف تھا، جب قبلہ کا استقبال کیا جائے۔

مندرجہ ذیل معلومات جو مدینۃ المنورہ کی بعض مسجدوں کے متعلق ہیں وہ میں نے حضرت مولانا محمد الیاس عبدالغنی صاحب سے باقاعدہ زبانی اجازت کے بعد انکی نفیس تالیف تاریخ المدینۃ المنورۃ قسم المساجد سے اخذ کی ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

مسجد نبوی شریف کی بابت اہم معلومات:

۱	ترکی تعمیر کا موجودہ حصہ ۴۰۵۶م۲ (م۲=مربع میٹر)۔	

۲	پہلی سعودی عمارت کا تعمیر شدہ حصہ ۱۲۲۷۰م۲/ اسمیں ۲۸۰۰۰/ نمازیوں کی گنجائش ہے۔
۳	دوسری سعودی توسیع کا زمینی دور ۸۲۰۰۰م۲/ اسمیں ۱۶۷۰۰۰/ نمازیوں کی گنجائش ہے۔
۴	دوسری توسیع کی چھت ۶۷۰۰۰م۲/ اس پر ۹۰۰۰۰/ نمازیوں کی گنجائش ہے۔
۵	مسجد کے ارد گرد صحن ۲۳۵۰۰۰م۲/
۶	نماز کے لئے صحن کا مخصوص حصہ ۱۳۵۰۰۰م۲/ اسمیں ۲۵۰۰۰۰/ نمازیوں کی گنجائش ہے۔
۷	صحن کے ارد گرد دیوار کی لمبائی ۲۲۷۰م۔
۸	کل رقبہ برائے نماز ۳۲۶،۳۰۰/ جس پر ۵۳۵۰۰۰/ نمازیوں کی گنجائش ہے۔
۹	تہہ خانہ کا رقبہ ۳۵۰۰ ۷م۲/ اسمیں مسجد سے متعلقہ دفاتر ہیں۔
۱۰	زمینی دور میں کل ستون ۲۱۷۵/ ایک ستون کا قطر ۶۴/ سینٹی میٹر ہے۔
۱۱	چھت کے ستون ۵۵۰/
۱۲	میناروں کی کل تعداد ۱۰/
۱۳	گنبد خضراء سے متصل منار کی بلندی ۵۳،۴۴م۔
۱۴	باب السلام والے مینار کی بلندی ۸۵،۳۸م۔
۱۵	پہلی سعودی توسیع کے دو میناروں کی بلندی ۷۲م۔
۱۶	دوسری سعودی توسیع کے چھ میناروں کی بلندی ۱۰۴م۔
۱۷	دروازوں کی کل تعداد ۸۵/ ہر دروازہ کی چوڑائی تین میٹر اور بلندی چھ میٹر ہے۔
۱۸	چھت کیلئے عام سیڑھیوں کی تعداد ۱۸/
۱۹	الیکٹرک سیڑھیوں کی تعداد ۶/ ہر یونٹ چار سیڑھیوں پر مشتمل ہے۔
۲۰	متحرک گنبدوں کی تعداد ۲۷/ ہر گنبد ۱۸×۱۸م=۳۲۴م۲ ہے۔
۲۱	نگراں کیمروں کی تعداد ۵۴۳/
۲۲	ایملی فائر ۲۰۶/ ہر ایک کی طاقت ۶۰۰/ واٹ ہے۔
۲۳	ہارن ۳۵۰۰/
۲۴	کار پارکنگ کا رقبہ ۲۹۰۰۰۰م۲/ اسکی دو منزلیں ہیں۔ اور ۴۴۴۴/ گاڑیاں کھڑی کرنے کی گنجائش ہے۔

مسلم حکمران اس کی تعمیر وتوسیع میں حصہ لیتے رہے، بالآخر خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبد العزیز آل سعود نے موجودہ تعمیر وتوسیع کی، جس کے اندر ۲۸۵۰۰۰/ اور صحن میں ۲۵۰۰۰۰/ نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اور زیر زمین کار پارکنگ میں ۴۴۴۴ گاڑیاں کھڑی ہو سکتی ہیں۔

مسجد جمعہ:

حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت اسعد بن زرارہؓ مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔ جب نبی مصطفےٰ ﷺ ہجرت کر کے آئے تو قباء میں قیام فرمایا، جمعہ کے دن وہاں سے مدینہ منورہ کی روانگی ہوئی، مسجد قباء سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر بنوسالم کی بستی میں نماز جمعہ ادا فرمائی، بنوسالم نے اس جگہ مسجد بنالی، جو مسجد جمعہ اور مسجد بنی سالم کہلائی، اس تاریخی اہمیت کے پیش نظر شاہ فہد کے زمانہ میں اس کی تعمیر و توسیع کا اہتمام کیا گیا، اسمیں ۶۵۰ رنمازیوں کی گنجائش ہے، گنبد کا قطر ۱۲ رمیٹر اور مینار کی بلندی ۲۵ رمیٹر ہے۔

مسجد ابی ذرؓ:

مسجد نبوی ﷺ کی شمالی جانب ۹۰۰ رمیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، اس کی موجودہ بلڈنگ سعودی دور میں تعمیر ہوئی، تاریخی نام مسجد سجدہ ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے اس جگہ طویل سجدہ فرمایا، سر اٹھایا تو خوشخبری سنائی کہ جبریل اللہ تعالی کا پیغام لائے ہیں: جو آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجے گا اللہ تعالی اس پر رحمت وسلامتی نازل فرمائیگا، اس عنایت پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔

مسجد اجابہ:

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مسجد میں دعا کی اور فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں، جسمیں سے دو قبول ہوگئیں، میں نے دعا کی کہ میری امت قحط سالی کی وجہ سے تباہ نہ ہو، نیز میری امت غرق ہو کر تباہ نہ ہو، یہ دونوں دعائیں قبول ہوگئیں، تیسری دعا یہ تھی کہ میری امت باہمی لڑائی سے محفوظ رہے، یہ دعا قبول نہیں ہوئی، یہ جنت البقیع سے ۳۸۵ رمیٹر پر اسکی تعمیر وتوسیع ہوئی۔

مسجد غمامہ:

مسجد نبوی شریف کے جنوب مغرب میں ۳۰۵ رمیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، نبی اسلام ﷺ یہاں عید کی نماز ادا فرماتے تھے، اسی لئے تاریخی کتب میں اس کا نام عیدگاہ والی مسجد ہے۔ موجود عمارت سلطان عبدالمجید ترکی کے زمانہ کی ہے۔ ۱۴۱۱ ہجری کو شاہ فہد کے زمانہ میں اس کی ترمیم وتجدید کی گئی۔

مسجد عمر بن خطاب:

مسجد نبوی شریف سے ۴۵۵ر میٹر اور مسجد غمامہ سے ۱۳۳ر میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، نویں صدی میں اسکی ابتدائی تعمیر ہوئی ۱۴۱۱ر ہجری میں شاہ فہد نے اسکی مرمت کرائی۔

مسجد علی بن ابی طالب:

مسجد نبوی شریف سے ۲۹۰ر میٹر اور مسجد غمامہ سے ۱۲۲ر میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس جگہ بھی نبی خاتم الانبیاء ﷺ عید کی نماز ادا فرمائی، شاہ فہد نے ۱۴۱۱ ہجری میں اس کی توسیع کرائی اس کا رقبہ ۳۳+۲۲=۶۸۲ م ۲/ ہے اور مینار کی بلندی ۲۶ر میٹر ہے۔

مسجد بنی قریظہ:

بنو قریظہ یہودیوں نے غزوۂ خندق کے دوران غداری کی اور معاہدہ توڑ دیا، آنحضور ﷺ نے حکم الٰہی کے مطابق انکا محاصرہ کیا، اس دوران آپ ﷺ نے جہاں نمازیں اداء کیں وہاں یہ مسجد بنا دی گئی، جو اب عوالی میں زہرا، اور وطنی ہسپتال کے درمیان واقع ہے۔ شاہ فہد کے زمانہ میں اسکی مرمت کی گئی۔

مسجد الشیخین:

شاورع سید الشہداء کے قریب مسجد مستراح کے جنوب میں ۳۰۰ر میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ غزوۂ احد کے لئے جاتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ایک رات یہاں قیام فرمایا، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں، لشکر کی تنظیم کی، کم عمر صحابہ کو یہاں سے واپس بھیجدیا، موجودہ عمارت ترکی عثمانی دور کی ہے، شاہ فہد کے دور میں اسکی مرمت کی گئی۔

مسجد سقیا:

ریلوے اسٹیشن کی چار دیواری میں واقع ہے، اسکا رقبہ ۱۳×۵م=۲۵م ۲/ ہے۔ جب حضور ﷺ غزوۂ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو اسی میدان میں ٹھیرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں دعا استسقاء حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے طفیل میں اس جگہ ادا کی گئی تھی۔

مسجد بنی حرام:

حضرات صحابہؓ کے زمانہ میں یہاں مسجد بنی ہوئی تھی، اس علاقہ میں انصار کا ایک قبیلہ آباد تھا، یہ مسجد سلع پہاڑ کی مغربی سمت اور مساجد سبعہ کے جنوب میں واقع ہے۔ خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے دور حکومت میں اسکی تعمیر وتوسیع ہوئی، اسکا رقبہ ۱۶×۱۲۵۰=۲۰۰ میٹر ہے۔

مسجد سبق:

مسجد نبوی کے شمال مغرب میں ۵۲۰ر میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، نویں صدی ہجری میں یہ مسجد اس میدان میں بنائی گئی جہاں آنحضورﷺ کے زمانہ میں گھوڑ سواری کی تربیت ہوتی تھی۔ مسجد کی موجودہ عمارت شاہ فیصل کے زمانہ میں ۸۹۶ر مربع میٹر پر تعمیر ہوئی اور اس کی مرمت شاہ فہد کے زمانہ میں ہوئی۔

مسجد منارتین:

منارتین دو پہاڑیوں کے نام ہیں، یہ مسجد ان کے قریب ہونے کی وجہ سے مسجد منارتین کہلاتی ہے۔ اس کا محل وقوع مسجد عنبریہ اور دوسری گول سڑک کے درمیان ہے۔ اور پٹرول پمپ سے ۱۰۰ر سو میٹر کے فاصلہ پر ہے، مسجد منہدم ہو چکی ہے، اور پتھروں کا ڈھیر اس کی نشاندہی کرتا ہے۔

مسجد میقات:

مدینہ منورہ سے ۱۲ر بارہ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے والوں کا میقات ہے، امام الانبیاء ﷺ مکہ مکرمہ تشریف آمد ورفت کے وقت یہاں ٹھیرتے اور نماز ادا فرماتے، شاہ فہد کے زمانہ میں اس کی تعمیر نو اور توسیع ہوئی۔ جس میں پانچ ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ گنبد کی بلندی ۲۸ر میٹر اور مینار کی بلندی ۶۴ر میٹر ہے، اخراجات کا اندازہ ۲۰۰ر ملین ریال ہے۔

جنۃ البقیع:

مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، جس میں دس ہزار کے قریب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مدفون ہیں۔ جن میں آپ کی بیویاں اور بیٹیاں بھی ہیں، دیگر بہت سے تابعین اور صالحین بھی یہاں مدفون ہیں۔ نبی رحمت ﷺ بقیع والوں کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے، ان کی زیارت سنت ہے اس قبرستان کی آخری توسیع شاہ فہد کے زمانہ میں ہوئی، اب اسکا رقبہ ۱۷۴۹۶۲ م۲ ہے۔ جس کے اردگرد چار میٹر اونچی دیوار ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ:

مسجد نبوی شریف کے مغربی جانب ۲۰۶ر میٹر کے فاصلہ پر ہے، اب وہاں باغیچہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہاں نماز ادا کی، آرام فرمایا، اور پانی پیا۔ قبیلہ بنوساعدہ کے صحابہ کی مجلس یہیں تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مہاجرین و انصار کے ذمہ دار خلیفہ راشد کی تعیین کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے، انصاری خطیب نے فرمایا: ہم اللہ کے دین کے مددگار اور اسلام کی فوج ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ہمیں انصار کے فضل و احسان کا اعتراف ہے، لیکن عربوں کا مزاج یہ ہے کہ وہ قریش کے علاوہ کسی اور کی امارت قبول نہیں کرینگے، لہذا امیر ہم مہاجرین میں سے ہونا چاہئے، اور اس کے وزراء آپ حضرات میں سے ہوں۔ میں اس مقصد کے لئے عمر بن خطابؓ یا ابوعبیدہ بن جراح کا نام پیش کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابوبکر صدیقؓ ایمان قبول کرنے والے پہلے صحابی رسول ہیں، عمر میں بڑے ہیں، یار غار نبی ﷺ ہیں۔ خلافت اور آپ لوگوں کے معاملات چلانے کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔

انصاری خطیب نے فرمایا: پیغمبر اسلام ﷺ مہاجر تھے، لہذا آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوگا۔ اور ہم پیغمبر اسلام ﷺ کے مددگار تھے، اب آپ کے خلیفہ کے مددگار (انصار) ہونگے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی تصدیق کی، اور بیعت کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہاتھ بڑھایا، تو ایک انصاری نے جلدی سے بیعت کی، پھر حضرت عمرؓ نے بیعت کی، پھر مہاجرین و انصار نے بیعت کی، دوسرے دن مسجد نبوی شریف میں بقیہ مہاجرین و انصارؓ نے بیعت کی۔

<u>مكة المكرمة میں حضور ﷺ کے مکان کی تفصیل:</u>

درحقیقت یہ حضرت خدیجہ رضي الله عنہا کا مکان تھا، وکتورہ عائشہ بنت عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب سیدات بیت النبوة میں آپ ﷺ کی گلی کی تفصیل لکھنے کے بعد لکھا ہے: وعلى اليمين باب صغير يصعد اليه بدرجتين يؤدي إلى طريق ضيقة عرضها نحو من مترين وفيها ثلاثة أبواب يفتح أولها من الجانب الأيسر، على غرفة صغيرة مساحتها نحو ستة أمتار، كانت للنبي المختار ﷺ محرابا و معبدا، ويؤدي الباب الأمامي إلى بهو متسع طوله ستة أمتار وعرضه أربعة، و قد جعل مخدعا للزوجين۔

وأما الباب الثالث فعلى يمين الداخل وهو يفتح في غرفة مستطيلة طولها سبعة أمتار وعرضها أربعة، وقد جعلت لبنات محمد ﷺ وعلى طول هذا المسكن من ناحية

الشمال فضاء واسع مساحته ستة عشر أمتار، ويرتفع عن الأرض نحو من متر، وفيه كانت السيدة خديجة رضي الله عنها تخزن تجارتها قبل الزواج، فلما تزوجت واعتزلت التجارة استعملت هذه المساحة لاستقبال الضيوف۔

اس گلی کی داہنی جانب ایک چھوٹا دروازہ تھا دو سیڑھیوں سے اوپر پہنچا جاتا تھا، اور اس سے ایک تنگ چھوٹے راستے تک پہنچتے تھے، جسکی چوڑائی تقریبا دو میٹر تھی، اور اسمیں تین دروازہ تھے، اسکا پہلا دروازہ بائیں طرف کو کھلتا تھا، ایک چھوٹے کمرہ کی جانب جو تقریبا چھ میٹر کا ہے، یہ نبی اکرم ﷺ کا محراب اور عبادت خانہ تھا، اور سامنے والا دروازہ ایک کشادہ ہال تک پہنچا دیتا تھا، جسکی لمبائی چھ میٹر تھی، اور چوڑائی چار میٹر کی اور یہ زوجین کی خواب گاہ تھی، تیسرا دروازہ، داخل ہونے والے کے داہنی طرف کھلتا تھا جسکی لمبائی چھ میٹر تھی اور چوڑائی چار میٹر کی تھی، اور یہ کمرہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کیلئے تھا، اور اس گھر کے شمالی جانب ایک وسیع خالی جگہ تھی جسکی مساحت ۱۶ رسولہ میٹر اور لمبائی ۷ رسات میٹر تھی جو تقریبا زمین سے ایک میٹر اونچا تھا اس جگہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنا سامان تجارت رکھا کرتی تھیں، جب آپ ﷺ کی زوجیت میں آگئی اور تجارت سے کنارہ کش ہوگئیں تو یہ جگہ مہمانوں کے استقبال کیلئے ہو گئی۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ حضرت خدیجہ رضي اللہ عنہا کے مکان میں تین کمرے تھے اور ایک ہال اور ایک بڑا آنگن تھا۔

مدینۃ المنورۃ میں حضور ﷺ کے مکان کی تفصیل:

عباس کرار مصری رقمطراز ہیں: اور مسجد سے باہر مشرقی جانب میں حضور اقدس ﷺ کے حکم سے حضرت ام المؤمنین عائشہ اور ام المؤمنین سودۃ رضي اللہ عنہما کے کمرے بنائے گئے، پھر ان کے ساتھ اور سات کمرے بنائے گئے کل نو کمرے تھے ہر کمرہ کا طول وعرض (۶ × ۷) ذراع تھا ۶۳ رمربع فٹ، یہ ازواج مطہرات کے کمرے تھے اگرچہ آج ہم انکی تفصیل بیان نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ وہ معدوم ہو چکے ہیں۔

حضور ﷺ کی عیدگاہ اور مسجد نبوی کا فاصلہ:

عن ابی سعید الخدری رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ كان يخرج يوم الفطر ويوم الاضحى الى المصلى فيصلي بالناس ۔ حضرت ابوسعید خدری رضي اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عیدگاہ تشریف لیجاتے، اور لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

نسائی شریف کے حاشیہ میں علامہ عینی سے نقل کیا گیا ہے کہ: المصلی موضع بالمدینة معروف بینه و بین المسجد الف ذراع قاله عمرو بن شبیة ۔مصلی مدینہ میں مشہور جگہ ہے اس کے اور مسجد کے درمیان ایک ہزار ذراع ہے .جیسا کہ اس سے قبل معلوم ہو چکا کہ ایک ذراع اٹھارہ انچ کا ہوتا ہے یعنی ڈیڑھ فٹ لہذا مجملہ مسافت چار سو پچاس میٹر کی ہوئی، آدھا کلومیٹر سے کچھ کم۔

صفہ کا جائے وقوع :

الصفة صاد کے ضمہ اور فاء کی تشدید کے ساتھ، وہ سائبان تھا جو مسجد نبوی کے آخری حصہ میں تھا عام طور سے ہمارے دیار میں صفہ کا ترجمہ چبوترے سے کیا جاتا ہے، جسکی کوئی اصل نہیں ہے۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں :لما تحولت القبلة من بیت المقدس الی الکعبة المشرفة أمر النبی ﷺ بعمل سقف علی الحائط الشمالی و عرف هذا المکان بالصفة فیما بعد . الشفاء بتعریف حقوق المصطفی . جب قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف بدل گیا، تو آپ ﷺ نے شمالی دیوار کی جانب چھت بنانے کا حکم دیا بعد میں چلکر یہ جگہ صفہ کے نام سے پہچانی گئی

علامہ ذھبی لکھتے ہیں .ان القبلة قبل ان تتحول کانت فی شمال المسجد فلما حولت القبلة بقی حائط القبلة الاولی فکان اهل الصفة .وفاء الوفاء ۲:۴۵۳ قبلہ بدلنے سے قبل مسجد کے شمال میں قبلہ تھا جب بدل گیا تو قبلہ اولی کی دیوار صفہ کی جگہ بن گئی

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: الصفة مکان فی مؤخر المسجد مظلل اعد لنزول الغرباء منه لمن لا ماوی له و لا اهل :فتح الباری:٦۔٥٩٥ صفہ مسجد کے اخیر میں سائیدار جگہ ہے جن کے گھر دارنہ ہوں اور باہر کے ہوں اور انکا ٹھکانہ نہ ہو .ان نصوص سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں صفہ شمال کی جانب تھا.

آجکل جو چبوترا بنا ہوا ہے یہ چبوترا مسجد کی نگرانی کرنے والوں کے لئے بنایا گیا تھا.

یہ تفصیلات ڈاکٹر محمد الیاس کی نفیس کتاب بیوت الصحابہ حول المسجد النبوی سے ماخوذ ہیں.

مصلی الجنائز :

آپ ﷺ نے اپنے مبارک حجروں کے بعد مسجد کے مشرق میں خالی جگہ چھوڑ دی تھی، (آپ کے پاؤں مبارک کی جانب) اور یہ الحبشہ اور بقیع کی گلی کے بیچ میں تھی اور نماز جنازہ کیلئے استعمال کیا جاتی تھی یہ چبوترا مصلی الجنائز کے نام سے پہچانا جاتا تھا.

ابن سید نے اسکی تفصیلات ذکر کی ہیں آنحضرت ﷺ جب مدینہ تشریف لائے جب کسی کا انتقال ہونے لگ جاتا تو ہم آپکے پاس آتے اور آپکو اطلاع دیتے آپ ﷺ تشریف لیجاتے اور دفن تک حاضر رہتے، مسلمانوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تو آپکو جنازہ کے تیار ہونے کے بعد خبر کرنے لگے اور آپ ﷺ تشریف لاتے اور نماز جنازہ پڑھاتے پھر ہم نے سوچا کہ آپکو لانے کے بجائے خود میت کو وہاں لیجائیں. وہی جگہ بعد میں چلکر مصلی الجنائز کے نام سے مشہور ہوگئی. (الطبقات الکبری لابن سعد) ۱.۲۵۷

آجکل مصلی الجنائز میں مسجد کی ضروریات رکھی جاتی ہیں اسکی الگ دیوار ہے جو دیکھنے سے معلوم ہوجاتی ہے. (بیوت الصحابہ حول المسجد:۱۶۱-۱۶۲)

ریاض الجنۃ کا رقبہ:

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میرے گھر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے، اور میرا منبر قیامت کے دن حوض (کوثر) پر ہوگا.

علامہ سمہودی نے لکھا ہے کہ: میں نے رسی سے ناپا حجرہ شریفہ کے قبلہ کی طرف سے منبر کے قبلہ کی جانب تک ۵۳ ذراع کا فاصلہ ہے، ۵۳×۱۸=۹۵۴÷۴۰=۲۳،۸۵ / میٹر ہے.

آج کل ریاض الجنہ کا کچھ حصہ جالیوں کے اندر چلا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس کی لمبائی ۲۲ میٹر رہ گئی ہے، اور چوڑائی ۱۵ میٹر ہے. (دیکھیے: مسجد نبوی شریف، ڈاکٹر محمد الیاس)

مسجد نبوی شریف کے دروازے:

نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی کے تین دروازے رکھے تھے، ایک دروازہ مسجد نبوی کے جنوب میں، دوسرا مغرب کی طرف جس کو باب الرحمۃ کہتے ہیں، اور تیسرا دروازہ مشرق کی طرف جس سے آپ مسجد میں تشریف لاتے تھے جسے باب جبرائیل کہتے ہیں. جب قبلہ کی تبدیلی کا حکم ہوا تو جنوبی دروازہ بند کردیا گیا اور اس کی جگہ شمالی دروازہ بنایا گیا.

حضرت عمرؓ نے دروازوں کی تعداد چھ کردی تھی، دو قبلہ کی داہنی جانب دو قبلہ کی بائیں جانب اور دروازے مسجد کی شمالی جانب. حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں انکی تعداد بیس، کردی گئی.

پانچ کونی دیوار:

یہ دیوار ۹۱ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تعمیر کروائی تھی، جس کے اندر وہ مربع کمرہ

ہے جس میں نبی اکرم ﷺ اور صاحبینؓ آرام فرما رہے ہیں، چونکہ یہ کمرہ پانچ دیواروں پر مشتمل ہے اس لئے اسے حائز مخمس (پانچ کونی کمرہ) کہا جاتا ہے. جس کی دیواریں قریبا ساڑھے چھ میٹر بلند ہیں اس کا کوئی بھی دروازہ نہیں، تاکہ حجرہ شریفہ کے اندر نہ کوئی جاسکے اور نہ دیکھ سکے. آج کل اسی پانچ کونی کمرہ کو ہی حجرہ شریفہ کہتے ہیں. اور اس پر غلاف چڑھا ہوا ہے.

حجرہ شریف کی شمالی جانب کو مثلث بنایا گیا تاکہ لوگ قبلہ کو منہ کرتے ہوئے قبر شریف کی جہت نہ اختیار کرلیں. قبلہ کی طرف بیرونی ظاہری دیوار کی لمبائی ساڑھے آٹھ میٹر ہے، مغربی دیوار قبلہ کی طرف سے مقام جبرائیل تک آٹھ میٹر ہے، اور مقام جبرائیل سے شمالی زاویہ تک چھ میٹر ہے، یہاں سے شمالی زاویہ تک سات میٹر لمبی دیوار ہے، اس شکل میں پانچ کونی دیوار حجرہ شریفہ کے گرد موجود ہے.

مسجد اقصی :

حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد مسجد اقصی کی تعمیر کی مسجد اقصی کی دوسری تعمیر حضرت اسحاق علیہ السلام نے کی جس طرح کعبۃ اللہ کی حضرت ابراھیم نے کی، پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی دیواریں قد آدم تک بلند کر کے چھوڑ دیں.

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جن وانس کی مدد سے اس کی تکمیل کی، مسجد کی لمبائی ۷۸۴ رگز اور عرض ۴۵۵ رگز تھا ۶۸۴۰ رمربع ستون تھے.

مسجد اقصی کی لمبائی	۷۸۴ رگز
مسجد اقصی کی چوڑائی	۴۵۵ رگز
مسجد اقصی کی مربع ستون	۶۸۴۰ رعدد
مسجد اقصی کی لمبائی	۲۳۵۲ رفٹ
مسجد اقصی کی چوڑائی	۱۳۶۵ رفٹ

حضرت موسی علیہ السلام کے پتھر اور عصا کی لمبائی چوڑائی :

واذ استسقى موسى لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا قد علم كل اناس مشربهم كلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا في الارض

مفسدین۔ اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہ نکلے اس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ کھاؤ پیو اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے

وقیل کان الحجر من رخام و کا ن ذراعا فی ذراع والعصا عشرة أذرع علی طول موسی۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ پتھر سنگ مرمر کا تھا، اور اس کی لمبائی چوڑائی ایک ذراع کی تھی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی دس ذراع کی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لمبائی کے برابر۔

پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک ذراع ۱۸/انچ کا ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر ۱۸/انچ لمبا اور اٹھارہ انچ چوڑا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ۱۸۰/ایک سو اسی انچ کی تھی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لمبائی بھی اتنی ہی تھی ۴.۵/ساڑھے چار میٹر کی۔ [۲۷۵]

شیخ عبد الله بن سلیمان المنیع

نے اپنے بحث کے اخیر میں جو خلاصہ ذکر کیا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہے

رقم	اسماء	کلو	گرام
١	الاردب العمری	٥٢	١٤٠
٢	الاردب المصری	١٥٠	٦
٣	الصاع	٢	١٧٥
٤	الرطل	—	٤٠٨
٥	المد	—	٥٤٤
٦	العرق	٣٢	٥٢٥
٧	الفرق	٦	٥٢٥
٨	القدح	١	٨٧.٥
٩	القربة	٤٠	٨٠٠
١٠	القسط	١	٨٧.٥
١١	القفيز	٧٨	٣٥٠
١٢	القلة	١٠٢	—
١٣	الوسق	١٣٠	٥٠٠
١٤	الكر	١٥٦٦	—
١٥	الكيلجة	١	٥٣٠
١٦	المختوم	٢	١٧٥
١٧	المدى	١٨	٣٦٠
١٨	المكوك	٤	٥٩٠

١٩	الويبة	٨	٦٩٠
٢٠	المثقال	—	٤،٥٢
٢١	القنطار	١٥٢٤	—
٢٢	الاوقية	—	١٢٦،٨
٢٣	الاستار	—	٢٠،٣٨
٢٤	النش	—	٦٣،٤
٢٥	المن	—	٨١٦
٢٦	القيراط	—	٠،٢١٢٥
٢٧	النواة	—	١٠،٥٥٦١
٢٨	الحبة	—	٠،٠٥٩

الاستاذ ڈاکٹر احمد الحجی الکردی

نے مجلۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ الکویت میں مندرجہ ذیل حساب لکھا ہے۔

رقم	اسماء	جمهور	حنفية	متوسط
١	الاردب	٦٥،٩٥٢	٨٠،٦٨٨	٧٣،٣٢
٢	الدرهم	٣،٠٢٤	٤،٢	٣،٦١٢
٣	الصاع	٢،٧٤٨	٣،٣٦٢	٣،٠٥٥
٤	الرطل	٤٠٨	—	—
٥	المد	٦٨٧	١،٠٣٢	٠،٨٥٩
٦	العرق	٤١،٢٢	٥٠،٥٣	٤٥،٨٢٥
٧	الفرق	٨،٢٤٤	١٠،٠٨٦	٩،١٦٩
٨	القدح	١،٣٧٥	—	—
٩	القربة	٦٨،٤٨	—	—
١٠	القسط	١،٣٧٤	١،٦٨٠	١،٥٢٧
١١	القفيز	٣٢،٩٧٦	٤٠،٣٤٤	٣٦،٥٥٢
١٢	القلة	٨٠،٢٥	—	—
١٣	الوسق	١٦٤،٨٨	٢٠١،٧٢	١٨٣،٣
١٤	الكر	١٩٧٨،٥٦	٢٤٢٠،٦٤	٢١٩٩،٦
١٥	الكيلجة	١،٣٨٤	١،٦٨٠	١،٥٢٧
١٦	المختوم	٢،٧٤٨	٣،٣٦٢	٣،٠٥٥
١٧	المدى	٦١،٨٣	٧٥،٦٣٥	٦٨،٧٣٧
١٨	المكوك	٤،١٢٢	٥،٠٤٣	٤،٥٨٢

١٩	الوبية	١٥٫١١٤	١٨٫٤٩١	١٦٫٨٠٢
٢٠	المثقال	٤٫٢٢	٦	٥٫١١
٢١	القنطار	٣٥٦٤٠	—	—
٢٢	الاوقية	١١٩٫٠٤	—	—
٢٣	الاستار	١٩٫٥	—	—
٢٤	النش	٥٩٫٥	—	—
٢٥	المن	٨١٥٫٣٩	—	—
٢٦	القيراط	٠٫٢٤٨	٠٫٣	٠٫٢٧٤
٢٧	النواة	١٥٫١٢	٢١	١٨٫٠٦
٢٨	الحبة	٠٫٠٦	—	—
٢٩	الطسوج	٠٫١٢	—	—
٣٠	القمحة	٠٫٠٦	—	—

معجم لغة الفقهاء كا خلاصه

مقادير الاوزان الشرعية

الهباءة	١/١٧٤١٨٢١	حبة	= ٠،٠٠٠٠٠٠٠٠٠٣ غراما
الذرة	١/٢٤٨٨٣٢	حبة	٠،٠٠٠٠٠٠٠٢ غراما
القطمير	١/٢٠٧٣٦	حبة	=٠،٠٠٠٠٠٠٠٢٩ غراما
النقير	١/٢٥٠٢	حبة	= ٠،٠٠٠٠٠٠٢٣٩ غراما
الفتيل	١/٤٣٢	حبة	= ٠،٠٠٠٠٠١٤٣
الفلس	١/٧٢	حبة	= ٠،٠٠٠٠٨٢
الخردلة	١/٦	حبة	= ٠،٠٠١٠٣٣ غراما
الحبة	٦	خردلات	= ٠،٠٠٦٢ غراما
الطسوج	٢	حبة	= ٠،١٢٤ غراما
القيراط للأشياء وللفضة	٤	حبات	= ٠،٢٤٨ غراما
قيراط الذهب	٣/٧-٣	الحبة = ٣،٤٢ حبة	= ٠،٢١٢٠ غراما
دانق	٨	حبات	= ٠،٤٩٦ غراما
درهم الفضة	٤٨	حبة	= ٢،٩٧٦ غراما
درهم الأشياء	٥١	حبة	= ٣،١٧١ غراما
الدرهم البغلي	٦٤	حبة	= ٣،٧٧٦ غراما
المثقال للأشياء	٦٨	حبة	= ٤،٥ غراما
المثقال للذهب	٧٢	حبة	= ٤،٢٤ غراما

النواة	٢٤٠	حبة = ٥ دراهم	= ١٤،٨٨ غراما
الاستار	٣١٥،٤٢	حبة = ٤/٧-٦درهم	= ١٩،٥ غراما
أوقية الفضة	١٩٢٠	حبة = ٤٠ درهما	= ١١٠،٠٤ غراما
أوقية الاشياء	٣٦٠	حبة = ٧،٥ درهما	= ٢٣،٧٨٢ غراما
رطل الفضة	٤٠	حبة= ٤٨٠ درهما =١٢ اوقية	= ١٤٢٨،٤٨ غراما
الرطل للأشياء	٦٥٥٧	حبة= ١٢٨،٥٧ درهما = ١٢ اوقية	= ٤٠٧،٦٩٥ غراما
المن	١٣١١٤	حبة= ٢٥٧،١٤ درهما = اوقية	= ٨١٥،٣٩ غراما

مقادير المكاييل الشرعية

الوحدة	بالصاع	بالغرام قمح		باللتر		وحدات أخرى
		جمهور	حنفي	جمهور	حنفي	
المد	١/٤	٥٤٣	٨١٥،٣٩	٠،٦٨٧	١،٠٣٢	١/٣-١رطلا=١٧١،٤درهما
الصاع		٢١٧٢	٣٢٦١،٥	٢،٧٤٨	٣،٣٦٢	٤مد=١/٣-٥رطلا=٦٨٥
الكيلجة	١/٢	١٠٨٦	١٦٣٠،٧٥	١،٣٧٤	١،٦٨٠	
القسط	١/٢	١٠٨٦	١٦٣٠،٧٥	١،٣٧٤	١،٦٨٠	
المكوك	١/٢-١	٣٢٥٨	٤٨٩٢،٢٥	٤،١٢٢	٥،٠٤٣	
الفرق	٣	٦٥١٦	٩٧٨٤،٥	٨،٢٤٤	١٠،٠٨٦	٦اقساط
الويبة	١/٢-٥	١١٩٤٦	١٧٩٣٨،٢٥	١٥،١١٤	١٨،٤٩١	
القفيز	١٢	٢٦٠٦٤	٣٩١٣٨	٣٢،٩٧٦	٤٠،٣٤٤	٨مكوكا

المدى	٢٢.٥	٤٨٨٧٠	٧٢٣٨٣.٧٥	٦١.٨٣	٧٥.٦٤٥	١٥مكوكا
الإردب	٢٤	٢٥١٢٨	٧٨٢٧٦	٦٥.٩٥٢	٨٠.٦٨٨	
القربة	٤٠	٦٨٤٨	٦٨٤٨	٦٨.٤٨	٦٨.٤٨	
الجريب	٤٨	١٠٤٢٥٦	١٥٦٥٥٢	١٣١.٩٠٤	١٦١.٣٧٦	٤اقفزة
الوسق	٦٠	١٣٠٣٢٠	١٩٢٦٩٠	١٦٤.٨٨	٢٠١.٧٢	
القلتان	٩٣.٧٥	١٦٠.٥	١٦٠.٥	١٦٠.٥	١٦٠.٥	٥٠٠رطلا
الكر	٧٢٠	١٥٦٣٨٤٠	٢٣٤٨.٢٨٠	١٩٧٨٥٦	٢٤٢٠.٦٤	

<u>مقادير الأطوان الشرعية</u>

١	شعرة البغل=٠.٠٥٤س م
٢	الشعيزة=٠.٣٢٠س م بغد قطع ما دق واستطال منها
٣	الإصبع=٦شعيرات=١.٩٢٥س م
٤	القبضة=٤ اصابع=٧.٧س م
٥	الشبر=٦ اصابع=١١.٥٥س م
٦	القدم=٤ قبضات = ٣٠.٨س م
٧	ذراع العامة=ذراع الكرباس = ٦قبضات = ٤٦.٢ س م
٨	الخطوط = ٣ اقدام = ٩٢.٦ س م
٩	الغلوة = ٤٠٠ ذراعا = ١٨٤.٨٠ مترا
١٠	الميل = ٤٠٠٠ ذراعا = ١٨٤٨ مترا
١١	الفرسخ = ٣ اميال = ١٢٠٠٠ ذراعا = ٥٥٤٤ مترا
١٢	البريد = ٤ فراسخ = ١٢ ميلا = ٤٨٠٠٠ ذراعا = ٢٢١٧٦ مترا
١٣	المرحلة = ٢ بريدان = ٨ فراسخ = ٢٤ ميلا = ٤٤٣٥٢ مترا

مقادير المساحة الشرعية

الذراع الهاشمي	٨/قبضات=٦١،٦/سنتيميترا=٣،٧٩٤٥٦/مترا مربعا
القصبة	٦/اذرع=٣٦٩/سنتيميترا=١٣،٦٦٠٤١٦/مترا مربعا
الحريب	١٠/قصبات=٣٦٩٦/سنتيميترا=١٣٦٦،٠٤١٦/مترا مربعا

جدول مقاييس الطول

(حسب القاعدتين العشرية والانكليزية)

ميل انكليزي	كيلومتر
١	١,٦٠٩
٢	٣,٢١٩
٣	٤,٨٢٨
٤	٦,٤٣٧
٥	٨,٠٤٧
٦	٩,٦٥٢
٧	١١,٢٦٥
٨	١٢,٨٧٥
٩	١٤,٤٨٤
١٠	١٦,٠٩٣
٢٠	٣٢,١٨٦
٣٠	٤٨,٢٧٩
٤٠	٦٤,٣٧٣
٥٠	٨٠,٤٦٦
٦٠	٩٦,٦
٧٠	١١٢,٧
٨٠	١٢٨,٧
٩٠	١٤٤,٨
١٠٠	١٦٠,٩
٢٠٠	٣٢١,٩
٣٠٠	٤٨٢,٨
٤٠٠	٦٤٣,٧
٥٠٠	٨٠٤,٧
٦٠٠	٩٦٥,٦
٧٠٠	١١٢٦,٥
٨٠٠	١٢٨٧,٤
٩٠٠	١٤٤٨,٤
١٠٠٠	١٦٠٩,٠٣

اصبع (اينش)	سنتيمتر
١	٢,٥
٢	٥,١
٣	٧,٦
٤	١٠,٢
٥	١٢,٧
٦	١٥,٢
٧	١٧,٨
٨	٢٠,٣
٩	٢٢,٩
١٠	٢٥,٤
١١	٢٧,٩
١٢	٣٠,٥
١٣	٣٣
١٤	٣٥,٦
١٥	٣٨,١
١٦	٤٠,٦
١٧	٤٣,٢
١٨	٤٥,٧
١٩	٤٨,٣
٢٠	٥٠,٨
٣٠	٧٦,٢
٣٥	٨٨,٩
٤٠	١,٠١٦ متر
٤٥	١,١٤٣
٥٠	١,٢٧٠
٥٥	١,٣٩٧
٦٠	١,٥٢٤
٦٥	١,٦٥١

عقدة	كيلومتر
١	١,٨٥٢
٢	٣,٧٠٤
٣	٥,٥٥٦
٤	٧,٤٠٧
٥	٩,٢٥٩
٦	١١,١١١
٧	١٢,٩٦٣
٨	١٤,٨١٥
٩	١٦,٦٦٧
١٠	١٨,٥١٨
١١	٢٠,٣٧٠
١٢	٢٢,٢٢٢
١٣	٢٤,٠٧٤
١٤	٢٥,٩٢٩
١٥	٢٧,٧٧٨
١٦	٢٩,٦٣٠
١٧	٣١,٤٨١
١٨	٣٣,٣٣٣
١٩	٣٥,١٨٥
٢٠	٣٧,٠٣٧
٢١	٣٨,٨٨٩
٢٢	٤٠,٧٤٠
٢٣	٤٢,٥٩٣
٢٤	٤٤,٤٤٤
٢٥	٤٦,٢٩٦
٢٦	٤٨,١٤٨
٢٧	٥٠
٢٨	٥١,٨٥٢

القدم الانكليزي = ٣٠ سنتيمترًا و٤٨ مليمترًا | اليرد (ذراع) = ٩١ سنتيمترًا و٤٤ مليمترًا

الميل = ١٦٠٩ امتار و٣٤ سنتيمترًا | الايكر = ٤٠٤٦ مترًا مربعًا و٧١ سنتيمترًا

من المنجد

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تصریحات

تحریر رائج الوقت اوزان کے مطابق

کیفیت	اوزان ہندیہ	اوزان فقہیہ
اصل یہ کہ طسوج دو جو کا ہے اور ایک رتی تین جو سے کچھ کم	تقریباً پون رتی	طسوج
حسب تصریح فقہاء ایک قیراط ۵ جو اور ۱۴/ قیراط کا ایک درہم ہے، درہم پ ۲۵/رتی کا ہے۔	۱-۱۴/۱۱/رتی (پونے دو رتی)	قیراط
اصل یہ کہ دانق ۴/قیراط ہے کما فی بحر الجواہر۔ اور ایک قیراط پونے ۲/رتی ہے تو ۴/قیراط ۷/رتی کے ہوئے۔	تقریباً ۷/رتی	دانق یا دانگ
۷۰/جو درہم کا وزن حسب تصریح فقہاء ہے، ماشہ سے وزن کیا گیا تو یہی وزن آتا ہے۔	۳/ماشہ ایک رتی اور ۵/۱/رتی	درہم
مثقال کا وزن حسب تصریح فقہاء ۱۰۰/جو ہمارے اوزان سے بھی یہی آتا ہے۔	۴/ماشہ ۴/رتی	مثقال
حسب تصریح شامی وغیرہ رطل کا وزن ۱۳۰/درہم ہے جسکا وزن بحساب تولہ یہی نکلتا ہے۔	۳۴/تولہ ڈیڑھ ماشہ	رطل
حسب تصریح شامی وغیرہ، مد کا وزن ۲۶۰ درہم ہے جسکا وزن بحساب تولہ یہی نکلتا ہے۔	۶۸/تولہ ۳/ماشہ	مد
حسب تصریح شامی وغیرہ، من کا وزن بھی بحساب تولہ یہی نکلتا ہے۔	۶۸/تولہ ۳/ماشہ	من
حسب تصریح شامی وغیرہ ایک استار ساڑھے ۶/درہم ہے اور اس کا وزن یہی نکلتا ہے۔ ایک استار ساڑھے ۴/مثقال ہے جس کا وزن ایک تولہ ۸/ماشہ ۲/رتی ہے۔	بحساب درہم ایک تولہ ۸/ماشہ ۳/۲/رتی بحساب مثقال ایک تولہ ۸/رتی	استار

او قیہ	ساڑھے دس تولہ	اوقیہ کا وزن درہم سے حسب تصریح فقہاء ۴۰ر درہم ہے جس کا ہندی وزن یہی ہے۔
صاع	بحساب درہم ۲۷۰ر تولہ بحساب مثقال ۲۷۳ر تولہ	اس کی مفصل تحقیق اصل رسالہ میں گذر چکی ہے۔
نصف صاع	بحساب درہم ۱۳۵ر تولہ بحساب مثقال ۱۳۶ر تولہ	اس کی مفصل تحقیق اصل رسالہ میں گذر چکی ہے۔
وسق	بحساب درہم ۵ر من اڑھائی سیر ۸۰ر تولہ۔ مثقال کے حساب سے ۵ر من پونے ۵ر سیر	صاع کا وزن جو اوپر مذکور ہوا اس سے حساب لگایا گیا ہے کیونکہ اس وسق حسب تصریح فقہاء ۶۰ر صاع ہے

<u>ان تمام خلاصہ کا ضمیمہ بصورت جدول:</u>

نام پیانہ	پیائش ہندی	کیفیت
ذراع شرعی	ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ	اصل میں ۲۴، ۱۲ر انگشت یا ایک ہاتھ جس کی پیائش ڈیڑھ فٹ ہوتی ہے
میل شرعی	ایک میل انگریزی اور ۲۴۰ر گز	کما مرتحقیقہ
فرسخ	۳ر میل انگریزی اور ۷۲۰ر گز یا تین میل شرعی	کما مرتحقیقہ
برید	۱۲ر میل انگریزی	کما مرتحقیقہ

الاوزان المحمودة کا خلاصہ

رقم	اسماء	کلو/ گرام/ ملی گرام	لیٹر/ملی لیٹر/میکرو لیٹر
١	صَاعٌ	٣.١٤٩.٢٨٠	٤.١٢٧.٣٠
٢	رِطْلٌ	٣٩٣.٦٦٦	٥١٥.٩١٢.٥
٣	مُدٌ	٧٨٧.٣٢٠	٧٨٧٣.٨٢٥
٤	عِرَقٌ	٤٧.٢٣٩.٢٠٠	٦١.٩٠٩.٥٠
٥	فَرَقٌ	٩.٤٤٧.٨٤٠	١٢.٣٨١.٩٠
٦	قَدَحٌ	١.٥٧٤.٦٤٠	٢.٦٣.٦٥
٧	قِرْبَةٌ	٤٩.٢٠٧.٥٠٠	٦٤.٤٨٩
٨	قِسْطٌ	١.٥٧٤.٦٤٠	٢.٦٣.٦٥
٩	قَفِيْزٌ	٣٧.٧٩١.٣٦٠	٤٩.٥٢٧.٦٠
١٠	قُلَّةٌ	٩٨.٤١٦	١٢٨.٩٧٨.١٢٠
١١	كُرٌ	٢٢٦٧.٤٨١.٦٠٠	٢٩٦٩.٤٩٦
١٢	كَيْلَجَةٌ	١.١٥٧.٤٦٤	٢.٠٣٦.٢٠
١٣	وَسَقٌ	١٨٨.٩٥٦.٨٠٠	٢٤٧.٦٩٨
١٤	مَكُّوكٌ	٤.٧٢٣.٩٢٠	٦.١٩٢.٤٥
١٥	مَخْتُوْمٌ	٣.١٤٩.٢٨٠	٤.١٢٧.٣٠
١٦	مُدْيٌ	٧٠٪.٨٥٨.٨٠٠	٩٢.٨٦٤.٢٥٠
١٧	إِرْدَبٌ	٥٢.١٤٠	٦٦
١٨	إِرْدَبٌ (مصری)	—	٣٣
١٩	وَيْبَةٌ	٨.٦٩٠	—

٢-اوزان

شماره	اسماء	كلو،گرام،ملی گرام
١	استار	١٩٫٦٨٣ گرام
٢	اوقية	١٢٢٫٤٧٢ گرام
٣	حبة	٠٫٠٤٣٫٧٤٠ گرام
٤	درهم	٣٫٦١٠٨ گرام
٥	دينار	٤٫٣٧٤ گرام
٦	طسوج	٠٫٠٨٧٫٤٨٠ گرام
٧	قيراط	٠٫٠٢١٨٫٧ گرام
٨	دانق	٠٫٠٥١٠٫٣ گرام
٩	قمحة	٠٫٠٠٤٣٫٧٤٠ گرام
١٠	قنطار	١٤٦٩٫٦٦٤
١١	قفلة	٢٫٧٩٩ گرام
١٢	من	٧٨٧٫٢٠ گرام
١٣	نواة	١٥٫٣٠٩ گرام

٣-المساحات

شماره	اسماء	میٹر، سنٹی میٹر، ملی میٹر
١	اصبع	/۱٫۹۰۵
٢	شعرة	/۰۵۳٫۳۳
٣	الشعيرة فى الطّول	/۳۲۰
٤	الشعيرة فى الوزن	/۴۳٫۷۴۰
٥	غلوة	/۱۳۵

٦	فرسخ	۱۵،۴۵۰/

٤–مقادير المساحة الشرعية

شماره	اسماء	میل،گز،انچ
١	باع	٧٢/انچ
٢	بريد	١٢/ميل
٣	جريب	١٥١٢٠٠/انچ، ٤٢٠٠/گز
٤	خطوط	٤٥،٢٧/س
٥	ذراع	١٨/انچ
٦	شبر	٩/انچ
٧	قبضة	٣/انچ
٨	قدم	١٥،٢٤/س
٩	قصبة	١٢٠/انچ
١٠	ميل شرعى	٢٠٠٠/گز
١١	ميل انگريزى	١٧٦٠/گز

المراجع والمصادر

رقم	اسماء كتب	رقم	اسماء كتب
١	القرآن الكريم	٢	تفسير بيضاوى
٣	صحيح البخارى	٤	صحيح المسلم
٥	الجامع الترمذى	٦	سنن ابو داؤد
٧	سنن نسائى	٨	ابن ماجه
٩	سنن البيهقى	١٠	الموطأ لإمام مالكؒ
١١	الدر المنضود	١٢	البذل الجهود
١٣	زهر الربى للسيوطىؒ	١٤	خصائل المحاضرة
١٥	سيرات بيت النبوة	١٦	سيرات النبى البم
١٧	تاريخ خرمين شريفين	١٨	القواعد النورانية
١٩	درس ترمذى	٢٠	المعانى الآثار
٢١	الدر المختار	٢٢	الرد المحتار 'شامى'
٢٣	الفتاوى الهندية	٢٤	فتح القدير
٢٥	هداية	٢٦	فقه الزكاة
٢٧	المغنى	٢٨	المقادير الشرعية
٢٩	الايضاح والتبيين	٣٠	حشية شرح الوقاية
٣١	الموسوعة الفقهية	٣٢	المقادير الشرعية
٣٣	أمحد	٣٤	نفى الحاجة
٣٥	الخراج والنظام المالية	٣٦	المحلى
٣٧	علم الفقة	٣٨	المصباح المنير

٣٩	المصنف لعبد الرزاق	٤٠	دائرة المعارف الاسلامية
٤١	فتاوى محمودية	٤٢	احسن الفتاوى
٤٣	اوزان شرعية	٤٤	ايضاح المسائل
٤٥	بهشتی زیور	٤٦	الاموال
٤٧	امداد الاوزان	٤٨	داڑھی کا وجوب
٤٩	لسان العرب	٥٠	المعجم الوسيط
٥١	معجم لغة الفقهاء	٥٢	القاموس المحيط
٥٣	مجلة البحوث الاسلامية	٥٤	مجلة الشرعية والدراسات
٥٥	مجلة البحوث الفقيهة	٥٦	مجلة الحج
٥٧	البحر الرائق	٥٨	المنجد

حواشی

نمبر	حواشی	نمبر	حواشی
۱	سورۃ النساء:۲۰	۲	سورۃ الزلزال:۷
۳	سورۃ الانبیاء:٤٧	٤	سورۃ یوسف :۷۲
۵	سورۃ الحاقۃ:۳۲	٦	سورۃ آل عمران:۷۵
۷	سورۃ یوسف:۲۰	۸	مسلم شریف:٤٩٠
۹	ابو داؤد شریف:۱/۳۵	۱۰	مصنف لعبد الرزاق:۱/۸۰
۱۱	بخاری شریف:۱/۲٦۰	۱۲	مسلم شریف:۵۱۵٦
۱۳	مسلم شریف:۲۵۵٦	١٤	مسلم شریف:۱٦۲۹
۱۵	بخاری شریف:۱۹۱	۱٦	نسائی شریف:۷۲
۱۷	ابو داؤد شریف:۱/۲۱۷	۱۸	بخاری شریف:۱۲٤۰
۱۹	مسلم شریف :۲۹٤۸	۲۰	بخاری شریف:۱/۳۰۱
۲۱	أحمد:۱۲۳۷٤	۲۲	مسلم شریف:۲۵۵۵
۲۳	مسلم شریف:٤۸۵۲	۲٤	ابن ماجه شریف:۳٦۵۰
۲۵	سورۃ یوسف:۷۲	۲٦	سورۃ یوسف:۷۰
۲۷	لسان العرب:۸/۲۱۵	۲۸	الأموال –۵۱٤ / از الموسوعه الفقهية:۳۸/۲۹۵
۲۹	الدر المنضود:۱/۱۲٦	۳۰	النهاية في غريب الحديث:۳/٦۰
۳۱	المحلی۵/۲٤٦من فقه الزكاة:۱/۳٦۷	۳۲	بیهقی ٤/۱۷۱من فقه الزكاة:۱/۳٦۷
۳۳	مغني–۳/۵۹من فقه الزكاة:۱/۳٦۸	۳٤	أحمد:۱۲۳۷٤
۳۵	معاني الأثار:۱/۳۵۱	۳٦	البحر ارئق:۲/٤٤۳
۳۷	فتح القدير:۲/٤۲	۳۸	القواعد النورانية:۱۱۱

٣٩	رد المحتار 'شامی':٤/٣٠	٤٠	رد المحتار 'شامی':٢/٧٩
٤١	مصباح ازاوزان الشرعية:١/٤١١	٤٢	مصباح ازاوزان الشرعية:١/٤١١
٤٣	جواهر الفقه:١/٤١٢	٤٤	جواهر الفقه:١/٤٢٠
٤٥	رد المحتار 'شامی':١/٣٤٨	٤٦	حاشيه تبيين الحقائق:١/٣٠٩
٤٧	المغرب:١/٣٢٣	٤٨	البحر الرائق:٢/٤٤٣
٤٩	المصباح المنير:٨٨	٥٠	المغرب:٢/٢٦١
٥١	لسان العرب:٣/٤٠٠	٥٢	مختار الصحاح:٦١٨
٥٣	الصحاح للجوهری:٢/٥٣٧	٥٤	اوزان شرعيه:١٨
٥٥	اوزان شرعيه:٦	٥٦	لسان العرب:٤/٣٤٥
٥٧	المصباح المنير:٨٨	٥٨	مختار الصحاح:٢٨٦
٥٩	ترتيب القاموس المحيط:٢/٥١٩	٦٠	الصحاح:٢/٦٧٧
٦١	اوزان شرعيه:٧	٦٢	مجلة الشريعة والدراسة الإسلامية:٤٨/٢٨٠
٦٣	المغرب :١/٣٣٣	٦٤	المصباح المنير:٨٨
٦٥	المصباح المنير: ٢٣٠	٦٦	مجلة البحوث الإسلامية الرياض:٥٩،١٤٢١ﻫ
٦٧	الإيضاح والتبيين:٥٦	٦٨	فتح القدير:٢/٤١
٦٩	المقادير الشرعية:٢٢٧	٧٠	الموسوعة الفقهية:٣٨/٣٠٨
٧١	تاريخ المدينة لابن شبيه:٢/٤٨٦	٧٢	المغرب:٢/٢٦١
٧٣	القاموس المحيط للفيروزآبادی:١/٣٣٧	٧٤	النهاية في غريب الحديث:٤/٣٠٨
٧٥	بخاری شريف:١/٢٥٩	٧٦	النهاية:٣/٢١٩
٧٧	القاموس المحيط للفيروزآبادی:٣/٢٦٢	٧٨	المغرب:٢/٥٦
٧٩	بخاری شريف:١/٤٤ حديث:١٧٨١	٨٠	بخاری شريف:١/٢٤٤
٨١	المغرب:٢/١٣٤	٨٢	القاموس المحيط باب القاف:٣/٢٧٤

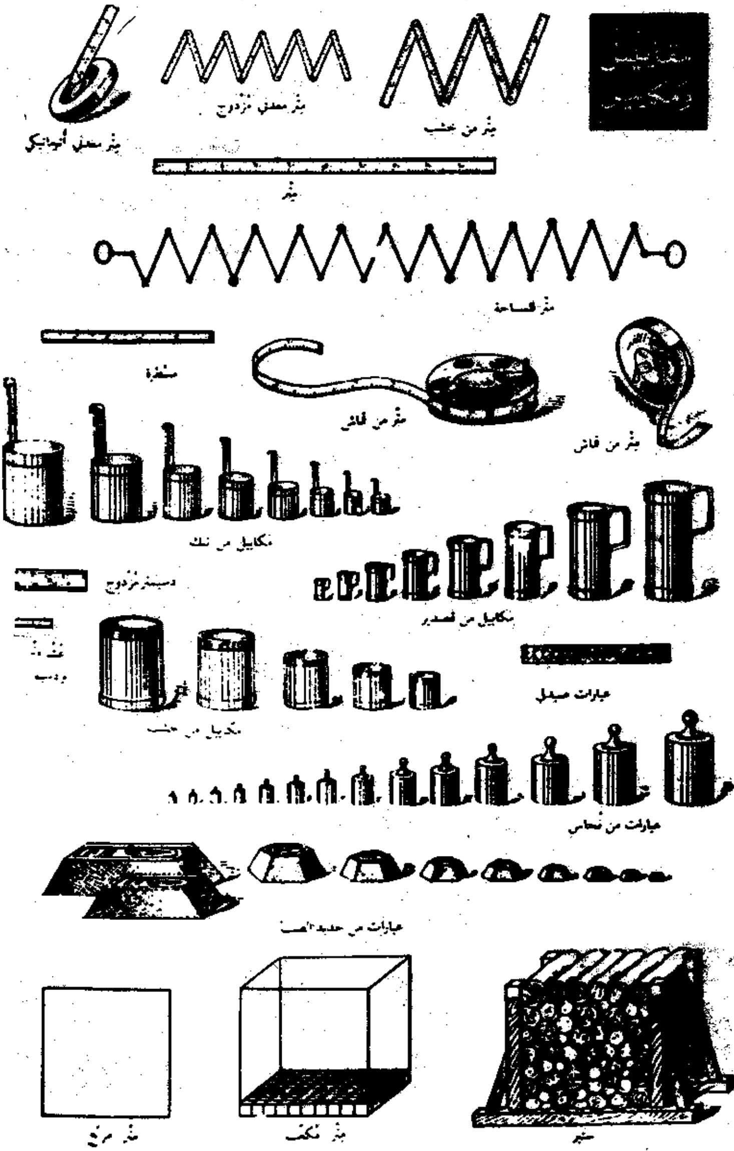
٨٣	النهاية في غريب الحديث والأثر:٣/٤٣٧	٨٤	فتح القدير:٢/٢٤٩
٨٥	ابن ماجه شريف:٣٤٣٦	٨٦	لسان العرب :٢/٥٥٤
٨٧	الموسوعة:٣٨/٣٨/٢٩٧	٨٨	ترتيب القاموس المحيط:٣/٥٨٠
٨٩	المغرب:٢/٦٩٣	٩٠	المغني:١٥٢
٩١	معجم لغة الفقهاء: ٣٦٠	٩٢	ابو داؤد شريف:٢٠٦
٩٣	المغرب:٢/١٧٦	٩٤	النهاية لابن الأثير:٤/٦٠
٩٥	لسان العرب:٧/٣٧٨	٩٦	الأموال:٨٨
٩٧	لسان العرب:٥/٣٩٥	٩٨	النهاية في غريب الحديث:٤/٩٠
٩٩	فتح القدير:٥/٣٤٦	١٠٠	رد المحتار 'شامي':٣/٢٦٠
١٠١	المغرب:١/١٣٧	١٠٢	ترمذی شريف:١/٢١
١٠٣	النهاية في غريب الحديث والأثير:٤/١٠٤	١٠٤	لسان العرب:١١/٥
١٠٥	القاموس المحيط:٤/٤٠	١٠٦	المغرب:٢/١٩٣
١٠٧	رد المحتار 'شامي':١/١٣٢	١٠٨	المغرب:٢/٢١٤
١٠٩	النهاية:٤/١٦٢	١١٠	فتح القدير:٥/٣٤٦
١١١	لسان العرب:٥/١٣٧	١١٢	لسان العرب:٥/١٣٧
١١٣	المغرب:٢/٢١٧	١١٤	لسان العرب:٥/١٣٧
١١٥	معجم لغة الفقهاء: ٤٥٠	١١٦	رواه أحمد:
١١٧	لسان العرب: ١٠/٣٧٨–٣٧٩	١١٨	نسائي شريف:١/٢٤
١١٩	حاشية نسائي شريف:١/٢٤	١٢٠	المغرب:٢/٢٦٠
١٢١	لسان العرب:١٠/٤٩١	١٢٢	القاموس المحيط:٤/٢٧٢
١٢٣	القاموس المحيط باب العين:٤/١٠٣	١٢٤	الموسوعة الفقهية:٣٨/٣٠٣
١٢٥	نسائي شريف:٢/٢٦١	١٢٦	المغرب:٢/٢٦١

١٢٧	لسان العرب:٥/٢٧٤	١٢٨	القاموس المحيط باب الواو :٤/٣٨٩
١٢٩	النهاية:٤/٣١٠	١٣٠	مسلم شريف:٥١٥٦
١٣١	لسان العرب:١/٤١٦	١٣٢	مجلة البحوث الإسلامية:٥٩-١٤٢١
١٣٣	لسان العرب:١/٨٠٥	١٣٤	القاموس المحيط:١/١٣٨
١٣٥	حسن المحاضره للسيوطى من الموسوعة :٣٨/٣٠٥	١٣٦	لسان العرب:٤/٣٤٥
١٣٧	رد المحتار 'شامى':٢/٧٦	١٣٨	ترمذى شريف
١٣٩	ابو داؤد شريف	١٤٠	فتح القدير:٢/٢٠٨
١٤١	لسان العرب:١٥/٤٠٤	١٤٢	المغرب:٢/٣٦٧
١٤٣	أحمد:١٠٨٠٠	١٤٤	رد المحتار 'شامى':٤/٣
١٤٥	رد المحتار 'شامى':٢/٢٩	١٤٦	ابن ماجه شريف:٢٧٥١
١٤٧	لسان العرب:١٢/١٩٩	١٤٨	المصباح المنير:٧٣
١٤٩	مجلة الشرعية والدراسات الإسلامية: ٥٢/٢٤٩	١٥٠	بخارى شريف كتاب الحدود:٦٢٩١
١٥١	لسان العرب:٤/٢٩٢	١٥٢	الموسوعة الفقهية الإسلامية:٣٨/٣١١
١٥٣	جريدة عكاظ:٤-٦/١٤٢٤ جدة	١٥٤	جواهر الفقه:١/٤١٢-٤١٣
١٥٥	لسان العرب:٢/٣١٧	١٥٦	فتح القدير:١/٥٢٢
١٥٧	معجم لغة الفقهاء:٤٤٩	١٥٨	مسند أحمد:٢٠٣٦٦
١٥٩	العناية على فتح القدير:٢/٣١٥	١٦٠	رد المحتار 'شامى':٢/٢٩
١٦١	إمدادالاوزان	١٦٢	بخارى كتاب البيوع
١٦٣	المغرب:١/٢٩٧	١٦٤	لسان العرب:١٠/١٠٥
١٦٥	الصحاح للجوهرى:٤/١٤٧٧	١٦٦	مختار الصحاح:٢١٢
١٦٧	معجم لغة الفقهاء:٢٠٦	١٦٨	ابو داؤد شريف:٣١٩٨
١٦٩	الموسوعة الفقهية الإسلامية:٣٨/٣٠٩	١٧٠	أحمد:٢/٣٦٣

١٧١	مسند أحمد:٢/٣٦٣(معجم لغة)	١٧٢	لسان العرب:٥/١١٩
١٧٣	ابن ماجه شريف:٢/١٢٠	١٧٤	لسان العرب:٥/١١٨
١٧٥	لسان العرب:٥/١١٨	١٧٦	لسان العرب:٥/١١٨
١٧٧	لسان العرب:٥/١١٩	١٨٨	القاموس المحيط باب اللام:٤/٣٩
١٧٩	الموسوعة:٣٨/٣٠٩	١٨٠	رد المحتار 'شامي':٢/٧٦
١٨١	نسائي شريف:٢/٧٣	١٨٢	لسان العرب:٦/٣٥٣
١٨٣	رد المحتار 'شامي':١/١٠٠	١٨٤	الموسوعة:٣٨/٣١٢
١٨٥	الموسوعة الفقهية:٣٨/٣١٢	١٨٦	الموسوعة الفقهية:٣٨/٣١٢
١٨٧	لسان العرب:٨/٢١	١٨٨	رد المحتار 'شامي':١/١٥٥
١٨٩	لسان العرب:٣/٨٦	١٩٠	جواهر الفقه:١/٤٣٥
١٩١	المغرب:١/١٣٧	١٩٢	رد المحتار 'شامي':٣/٢٦٠
١٩٣	الفتاوى الهندية:٢/٢٣٨	١٩٤	الفتاوى الهندية:٢/٢٣٨
١٩٥	جواهر الفقه:٢/٢٧٩	١٩٦	النهاية:٢/٥١
١٩٧	رد المحتار 'شامي':١/٣٩٦	١٩٨	لسان العرب:٨/٩٣
١٩٩	جواهر الفقه:١/٤٣٢	٢٠٠	لسان العرب:٤/٣٩١
٢٠١	رد المحتار 'شامي':١/٢٣٤	٢٠٢	جواهر الفقه:١/٤٣٢
٢٠٣	القاموس المحيط فصل الشين:٢/٥٩	٢٠٤	رد المحتار١/١٠٠ من الموسوعة:٣٨/٣١٩
٢٠٥	ابن ماجه:٣٣٣٧	٢٠٦	رد المحتار 'شامي':١/١٥٥
٢٠٧	رد المحتار 'شامي':١/١٠٠	٢٠٨	رد المحتار 'شامي':٤/٣
٢٠٩	أحمد:٥٣٤٢	٢١٠	المغرب:٢/٨٢٢
٢١١	رد المحتار 'شامي':١/١٦٤	٢١٢	مسلم:١١١٦
٢١٣	الموسوعة الفقهية:٣٨/٣٢١	٢١٤	رد المحتار 'شامي':١/٥٢٧

۲۱۵	بخاری شریف:۵۴۴۲	۲۱۶	رد المحتار 'شامی':۱/۱۳۱
۲۱۷	رد المحتار 'شامی':۱/۱۳۱	۲۱۸	داڑھی کے وجوب شیخ محمدز کریاؒ:۱۳
۲۱۹	بخاری شریف:۳۹۶	۲۲۰	المعجم الوسیط: ۲۷۰
۲۲۱	نفی المحتاج من الموسوعة:۳۸/۳۲۲	۲۲۲	جواهر الفقه:۱/۴۳۳
۲۲۳	الموسوعة الفقية:۳۸/۳۲۲	۲۲۴	المعجم الوسيط:۳۳۵
۲۲۵	لسان العرب:۱۱/۲۸۰	۲۲۶	رد المحتار 'شامی':۱/۵۲۶
۲۲۷	رد المحتار 'شامی':۱/۵۲۶	۲۲۸	معجم لغت الفقهاء:۴۵۱
۲۲۹	مسلم:۵۱۰۸	۲۳۰	لسان العرب:۱۱/۶۳۹
۲۳۱	ایضاح المسائل: ۷۰	۲۳۲	شرعی مسافت مولانا مهربلن علیؒ ۱۴۱۰مظفر نگر
۲۳۳	رد المحتار 'شامی':۴/۲۳۰	۲۳۴	جواهر الفقه:۱/۴۲۴
۲۳۵	أحسن الفتاوی:۲/۸۹	۲۳۶	أحسن الفتاوی:۲/۱۰۷
۲۳۷	جواهر الفقه:۱/۲۴۲–۲۴۳	۲۳۸	أحسن الفتاوی:۲/۱۴۱–۱۴۳
۲۳۹	جواهر الفقه اوزان شرعية:۱/۴۲۳	۲۴۰	ایضاح المسائل: ۹۰
۲۴۱	رد المحتار 'شامی':۵/۵۰۳	۲۴۲	حاشية شرح الوقاية:۲/۱۱۶
۲۴۳	فتاوی محموديه: ۱۰/۱۶۸	۲۴۴	خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی:۴۰۹
۲۴۵	رد المحتار 'شامی':۹/۵۲۰	۲۴۶	رد المحتار 'شامی':۹/۵۱۷
۲۴۷	رد المحتار 'شامی':۹/۵۱۷	۲۴۸	فتاوی محموديه:۱/۱۶۸
۲۴۹	خصائل النبوی شرح شمائل الترمذی:۴۰۹	۲۵۰	رد المحتار 'شامی':۹/۵۲۰
۲۵۱	رد المحتار 'شامی':۹/۵۱۷	۲۵۲	رد المحتار 'شامی':۹/۵۱۷
۲۵۳	فتاوی الهندية:۱/۱۶۶	۲۵۴	فتاوی محموديه:۱۷/۸۰
۲۵۵	فتاوی محموديه:۱۵/۴۱۹	۲۵۶	سیرت النبیؐ البم:۱۱
۲۵۷	سیرت النبیؐ البم:۴	۲۵۸	سیرت النبیؐ البم:۴۸

٢٥٩	سيرت النبیؐ البم:١٥	٢٦٠	سوره بقرة:١٢٥
٢٦١	سيرت النبیؐ البم:١٣	٢٦٢	تاريخ حرمين:١/١٦٥
٢٦٣	تاريخ حرمين:١/١٦٨	٢٦٤	مجلة البحوث الفقهية عدد:٤٤/١٤٢١هـ
٢٦٥	سيرت النبیؐ البم	٢٦٦	سيرت النبیؐ البم:٦٤
٢٦٧	تاريخ حرمين:٢/٢٧	٢٦٨	تاريخ حرمين المطبوعة:١٩٨٥ء
٢٦٩	مجلة الحج:١٤٢٢هـ	٢٧٠	مسلم شريف:١/٢٠٦
٢٧١	تاريخ حرمين شريفين:٩٦-٩٧	٢٧٢	مجلة الحج ١٤٢٢هـ رمضان-شوال
٢٧٣	مجلة الحج ١٤٢٢ هـ رمضان-شوال	٢٧٤	ابوداؤد شريف:١/١٥٥
٢٧٥	بذل المجهود:٢/١٧٨	٢٧٦	تاريخ المدينة قسم المساجد النبویؐ
٢٧٧	تاريخ المدينة قسم المساجد النبویؐ	٢٧٨	سيدات بيت النبوة:٤٨١
٢٧٩	تاريخ حرمين شريفين:٢/١٨	٢٨٠	نسائی شريف:١/٢٣٣
٢٨١	سورة بقرة:٦٠	٢٨٢	أنوار التنزيل:٧٧


متر معدني أتوماتيكي
متر معدني مزدوج
متر من خشب
متر
متر المساحة
مسطرة
متر من قماش
متر من قماش
مكاييل من تنك
دسيمتر مزدوج
مكاييل من قصدير
مكاييل من خشب
عيارات صيدلي
عيارات من نحاس
عيارات من حديد الصب
متر مربع
متر مكعب
ستير

عبارات الثقل او الوزنه

العيارات حسب القاعدة المترية او العشرية

وحدتها الغرام (دهو ثقل سنتيمتر مكعب من الماء المقطر في حرارة ٤ درجات سنتيغراد)

ديسيغرام ١٠/١ غرام	سنتيغرام ١٠٠/١ غرام	ميليغرام ١٠٠٠/١ غرام	ديكاغرام ١٠ غرامات
هكتوغرام ١٠٠ غرام	كيلوغرام ١٠٠٠ غرام	قنطار ١٠٠ كيلوغرام	طون ١٠٠٠ كيلوغرام

العيارات الشرقية

الموزونات الثمينة		
قمحة	٥٠	ميليغرام
قيراط	٢٠٠	ميليغرام
عباس (للؤلؤ)	١٨٦	ميليغرام (ايران)
درهم	٣،٢	غرام
مثقال	٤،٦٤	غرام (ايران)
	٤،٨	غرام
شلكية	٤٨٠	غرام
الموزونات العادية		
أقة	١،٢٨٢	كيلوغرام
أوقية	٣٧،٤٤	غرام (السودان)
	٢١٣،٦٦	غرام
بطمان تورس	٢،٧٩٠	كيلوغرام (ايران)
بطمان شاهاني	٥،٥٨٠	كيلوغرام (ايران)

حمل	٢٥٠	كيلوغرام (السودان)
رطل	٤٥٠	غرام (السودان)
	٥٠٠	غرام (المغرب)
	٢،٥٦٤	كيلوغرام = اقتان
قنطار	٤٤،٩٣	كيلوغرام (السودان)
	٤٥	كيلوغرام (القطن) (مصر)
	٥٠	كيلوغرام (المغرب)
	٢٥٦،٤٠	كيلوغرام = ١٠٠ رطل
قياس		عمان ومسقط)
	١٥٠	غرام (بين التجار)
	١٦٧	غرام (في الجمرك)
مثقال	٣،٤٥	غرام (الكويت)
	٧٢	غرام (البحرين)

العيارات الانكليزية

قمحة	٦٤،٨	ميليغرام
درام	١،٧٧٢	غرام
اونس	٢٨،٣٥	غرام

ليبرة (پاوند)	٤٥٣،٥٩٣	غرام
قنطار	٥٠،٨٠٢	كيلوغرام
طون	١٠١٦،٠٤٨	كيلوغرام



من المنجد